www.KitaboSunnat.com

إذا كان قائما في الصلوٰة قبض بيمينه
على شماله

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں جب بھی کھڑے ہوتے تو اپنا
بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

الاعلام

بجواب

رفع الابہام وتایید الدلیل التام

www.KitaboSunnat.com

تصنیف

السید ابو محمد بدیع الدین شاہ

ملنے کا پتہ

نیو سعید آباد حیدرآباد
(سندھ)

(ناظر پریس، کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

"شکوۂ احباب"

تنظیم اہلحدیث ، الاعتصام اور صحیفۂ اہلحدیث مسلک اہلحدیث کے ترجمان ہیں۔ ایسے اخبارات کو ہمیشہ تعصب سے دور رہ کر اپنا فریضہ انجام دینا چاہیئے۔

پچھلے دنوں حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مرحوم کا ایک مضمون بنام "رفع الابہام" تنظیم اہلحدیث میں جب شائع ہونا شروع ہوا تو ہم نے تیرہ قسطوں تک ہر قسط کا جواب ہر تینوں اخبارات کو بھیجا لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کو شائع نہیں کیا۔ چنانچہ ان کے اس رویہ کو دیکھ کر ہم نے اپنا جواب بصورت رسالہ شائع کیا ہے۔

اب ناظرین کرام خود فیصلہ کریں کہ دلائل کے لحاظ سے کس مسلک کو ترجیح ہے۔

والسلام

ابو محمد

www.KitaboSunnat.com

المکتبہ
۹۹-... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر .....02797...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۹۷۵۳۴

پیش لفظ

مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مرحوم نے ایک رسالہ بنام "ارسال الیدین" لکھا تھا جس میں ہمارے رسالہ "زیادۃ الخشوع" کو بھی یاد فرمایا ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں رسالہ بنام "الدلیل التام علی ان سنۃ المصلی الوضع کلما قام" لکھا۔ اور ظاہر ہے کہ نماز کے حالات میں سے قیام بھی ایک حالت ہے اور بحالت قیام مسنون یہ ہے کہ ہاتھ باندھے جائیں۔ یہ ایسے مقدمات ہیں جن کے بعد کسی بحث کی گنجائش نہیں رہتی ہے لیکن بوجہ پرانے تعلقات کے حافظ صاحب نے پھر یاد فرمایا ہے اور اخبار ہفتہ وار تنظیم اہلحدیث ۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۶۶ء میں آپ کی طرف منسوب کردہ ایک مضمون زیر عنوان "رفع الاوہام فی جواب دلیل تام" شائع ہونا شروع ہوا ہے قسط اول ہمارے سامنے ہے۔ سب سے پہلے حافظ صاحب نے اپنا غصہ نکالتے ہوئے ہمارے علم و اخلاق پر وار کیا ہے۔ بعدہٗ تحت عنوان "تحقیق مسئلہ" اصل بحث کی طرف رجوع کیا ہے۔ ہم اس زائد مضمون سے کسی قسم کا تعرض کئے بغیر اصل مضمون کا جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ کسی سے سند لینے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کو بالاتر از تنقید سمجھا جائے اور نہ ہی اہل علم تنقید کو برا اور بے ادبی تصور کرتے ہیں۔ بلکہ ہم حافظ صاحب بالقابہ کو اس طیش و غصہ میں بوجہ تقاضائے عمر معذور سمجھتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصل مسئلہ

اصل مسئلہ کے متعلق سب سے پہلے حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ

"وہ ہمارا دعویٰ ہے کہ شارع کی طرف سے ہاتھوں کے متعلق ایسی قولی و فعلی کوئی چیز موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ ہاتھ اٹھائے جائیں۔"

لیکن جو امر عموم سے ثابت ہو وہ بھی تو ہدایت ہے، اور جب تک تخصیص کی دلیل نہیں دعویٰ غیر مسلم ہے۔

اس کے بعد پہلے علقمہ بن وائل کی روایت کو زیر بحث لائے ہیں اور جو کچھ لکھا ہے اسی کے تحت رفع الیدین کی حدیث آتی ہے کیونکہ وہاں بھی اذا افتتح الصلوٰۃ اذا رکع، اذا رفع راسہ من الرکوع صحابی کے الفاظ ہیں اور اس میں بھی یہی بات رہتی ہے کہ صحابہؓ نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو جس افتتاح رکوع اور اعتدال میں بار بار رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ کونسی نماز تھی، فرضی یا نفلی؟ پس ترمذی اور ابوداؤد میں اس کا بیان موجود ہے یعنی صلوٰۃ مکتوبۃ کی صراحت موجود ہے اگر کوئی شخص حافظ صاحب کی اس تقریر کا سہارا لیکر یہ کہے کہ رفع الیدین کے لئے عموم صلوٰۃ کا دعویٰ غلط ہے اور وہ فرضی نماز سے خاص ہے تو کیا قارئین کرام اس پر خفا تو نہیں ہونگے؟

ناظرین کرام! قرآن و حدیث میں جہاں کہیں کلمہ اذا کا ذکر آیا ہے عموم کے لئے آیا ہے مگر جہاں کوئی تخصیص وارد ہو فریق ثانی کوئی ایک آیت یا حدیث پیش کریں جہاں کوئی تخصیص کی دلیل وارد نہ ہو اور وہاں اذا عموم پر دلالت نہ کرتا ہو۔ ہمارا مطالبہ اسی طرح باقی ہے کہ تخصیص کی دلیل لائیں۔ گزر نہ شفقت خیر سے بہت نگوار واعظ۔ ورنہ خاموش کیا یں شور و فغاں ہمنے نیست حدیثوں کو آپس میں ملانے سے مطلب واضح ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت وائل کی روایت جو کہ حافظ صاحب مرحوم نے ذکر کی ہے وہ صرف افتتاح کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقت جو قیام ہے اس میں ہاتھوں کی ہیئت بتاتی ہے باقی قیاموں سے ساکت ہے لیکن علقمہ والی روایت اذا کان قائما فی الصلوٰۃ اس کمی کو پورا کر دیتی ہے۔ کہ جتنی بار بھی نماز کے اندر کھڑے ہونیکی حالت آئیگی اسی وقت ہاتھوں کی یہی ہیئت ہوگی، اب فریق ثانی پر حق ہے کہ جس قیام کیلئے یہ ہیئت نہیں مانتے اس کے لئے تخصیص کی دلیل لائیں اور شارع علیہ السلام سے وہاں ہاتھوں کی کوئی دوسری ہیئت ثابت کریں؟ وما ذلیس علیس۔

کیا رفع الیدین کے متعلق ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ کی حدیثوں کو ملا کر یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ رفع الیدین صرف فرضی نماز میں ہوتی چاہیئے؟

محدثین پر اتہام کا الزام اس وقت صحیح ہو جب کہ حوالہ غلط ہو، یا تو آپ محدثین سے ایسی نص کا ذکر کریں کہ ہر وقت بلا داعی مطلق مقید پر محمول ہو سکتا ہے بلکہ جن امثلہ کو ہم نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے ان سے محدثین کا مذہب بالکل واضح ہو جاتا ہے

یہاں فطرہ کی مثال لانا غلط ہے اس لئے کہ واقعی کافر غلام پر فطرت نہیں لیکن یہ صرف اس قید (من المسلمین) سے نہیں لیا جاتا ہے بلکہ یہ تو قاعدہ کلیہ کے تحت ہے کہ غیر مسلم فرائض شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ مسلمان ہی پر عائد ہوتے ہیں، پس اعتراض درست نہیں، اگر اس کو مغالطہ نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں؟

امام شوکانی رحؒ کی عبارت کا ترجمہ حافظ صاحب یوں کرتے ہیں کہ

"مطلق کو مقید پر حمل کرنے کیلئے پانچویں شرط یہ ہے کہ حمل کئے بغیر دونوں پر عمل نہ ہوسکے۔ اگر بغیر حمل کے دونوں پر عمل ہو سکے تو یہ صورت ایک کو بیکار کر دینے سے راجح ہے۔"

یہی ہم نے کہا تھا، اب ایمان سے کہیئے کہ فیما نحن فیہ دونوں حدیثوں کو ایک دوسری پر محمول کئے بغیر عمل نہیں ہو سکتا ہے؟
ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مانا کر اعمال الخاص بلا بو جب اذا مال العام لیکن تخصیص یا تقیید کا کوئی داعی ہونا ضروری ہے کیا عام پر عمل خاص پر عمل کو متضمن نہیں ہے؟

نیز حمل کے لئے کونسا محل ہے اور کونسا نہیں؟ اس پر حافظ صاحب نے جو طویل مضمون لکھا ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہم نے تو یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ کہ حمل کرنے کا محل ہے یا نہیں۔ ہمارا دعویٰ صرف یہ تھا کہ حمل کے شروط ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بدوں حمل دونوں پر عمل ناممکن ہو جس کو آپ بھی مانتے ہیں اب کونسی خیانت یا بہتان کا ارتکاب ہے؟ والذین یرمون المؤمنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا

اہل اصول کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ حمل با محل ہو اور ساتھ ہی شروط بھی پائے جائیں۔ یہاں اگر آپ با محل ثابت کریں گے تو بھی شروط میں سے اہم شرط مفقود ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط۔

پھر فرماتے ہیں کہ

"اذا کان تاما کو مطلق اور مقید یا عام اور خاص سے کوئی تعلق نہیں"۔

جب تعلق ہی نہیں تو پھر لمبی تقریر کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے تو مطلق و مقید کا ذکر ہی نہیں چھیڑا تھا۔ بلکہ آپ لوگوں نے ہی دعویٰ کیا تھا کہ علقمہ رض کی روایت ودیگر پر محمول ہے جس کے جواب میں ہم نے کچھ لکھا ہے رسائل سابقہ اس پر شاہد ہیں

عجب تو یہ ہے کہ کبھی تو حمل کا دعویٰ ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ اذا عموم کے لئے ہے۔ جیسا حافظ ابن عبد البر نے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے خود حافظ صاحب نے اپنے رسالہ تکبیرات العیدین ص۲۵ میں اذا کو عموم پر رکھا ہے اور "اذا قام الی الصلوۃ" سے تکبیرات عیدین میں رفع الیدین پر استدلال کیا ہے ع ایں گناہے است کہ در شہر شما نیز کنند۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلی رکعت کے علاوہ باقی رکعتوں میں وضع پر اجماع سے استدلال بھی عجیب ہے جو کہ حافظ صاحب سے ہرگز متوقع نہیں تھا۔ جبکہ دنیا جانتی ہے کہ نفسِ وضع پر ہی اجماع نہیں ہے اور جس اجماع کو ہم اور آپ حجت مانتے ہیں وہ اجماعِ جمیع مجتہدین مراد ہے۔ صرف واضعین کا اجماع (جیساکہ آپ نے دعوی کیا ہے) کوئی شرعی دلیل نہیں یہ نئی ایجاد ہے۔ ہم پر تو خیانت و بہتان کا الزام ہے لیکن اس دعوئی اجماع کو اہل علم کیا سمجھیں گے؟

جذبۂ عشق بحدیست میانِ من و تو
کہ رقیب آمد نشناخت نشانِ من و تو

جس حدیث کو آپ نے ذکر فرمایا ہے اس میں بھی "امتی" کا لفظ ہے نہ کہ امت کا خاص فرقہ ع
ببیں فرق از کجا است تا بکجا۔

مجمع الزوائد سے جو حدیث پیش کی گئی ہے اس سے بھی استدلال ختم ہوگیا کیونکہ آپ اس کو بھی اس شرط سے مانتے ہیں کہ مؤید بالاجماع ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں

"ہاں اگر سجدہ کے وقت رفع یدین کرنے پر اجماع ہوتا تو ہم بھی اس کے قائل ہو جاتے"

اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ ما نحن فیہ کے متعلق بھی اگر اجماع ہوتا تو ہم استدلال کو مانتے۔ اور جب اجماع سرے سے ہے ہی نہیں تو پھر آپ کے اصول کے مطابق یہ استدلال غلط ہوا۔

الحاصل یہ کہ اعتراض (باقی رکعتوں میں وضع کا ثبوت کیا ہے؟) بھی رفع نہ ہو سکا بلکہ ابھی تک باقی ہے۔

غلطیوں کی بابت حافظ صاحب نے جو فہرست لکھی ہے وہ عجیب ہے میرا دلیل میں حدیث لا تجتمع امتی کا سہارا لیا ہے حالانکہ یہ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ہم کو علم غیب حاصل ہو۔ اور ہم جانتے ہوں کہ سلف میں ان دو قول کے علاوہ کوئی تیسرا قول تھا ہی نہیں۔ لیکن جب ہمارا علم محدود ہے اور ان دو کے علاوہ دوسرے اقوال کا امکان باقی ہے تو پھر کیسے یہ دعوئی صحیح ہو سکتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعجب کا محل ہے کہ حافظ صاحب نے علم غیب کا دعویٰ کیسے کر دیا۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔

باقی جس تقریری روایت کا حافظ صاحب نے حوالہ دیا ہے اس پر کلام الدلیل التام صفحہ پر ہو چکی ہے۔ اور جس ثبوت کا مطالبہ ہم نے کیا تھا یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد از رکوع الاول کا ثبوت دیں وہ اب تک ظاہر نہیں ہوا۔ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ حافظ صاحب کی خواہش انعام پوری نہیں ہوئی

ع - جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال۔

نمبر دوم میں حافظ صاحب نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ ورنہ ہماری مراد یہ تھی کہ وضع وارسال الیدین میں تنافی نہیں ہے جو کہ ان کے اجتماع کی طرح ارتفاع بھی ممتنع ہو۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان وسائط موجود ہیں۔ اور حافظ صاحب کو معلوم ہونا چاہئیے کہ متنافی پر من وجہ متضادوں کا بھی اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ نے التقریب لحد المنطق صفحہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح امام ابو منصور الثعالبی فقہ اللغہ ص۲۴۸ میں لکھتے ہیں۔ "فصل فی تسمیۃ المتضادین باسم واحد" اور اسی فصل میں ایسے الفاظ بھی لائے ہیں۔ جو کہ ایک دوسرے کے متنافی ہیں اور ان میں انفصال حقیقی ہے

مثلاً القرء للاطہار والحیض والجلل للشک والیقین وغیرہ

کیا وضع وارسال میں ایسی منافاۃ ہے کہ بفرض محال اگر وضع ثابت نہیں تو ارسال ثابت ہو جائیگا۔ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمارا اعتراض صحیح ہے بلاشک مانعۃ الخلو میں ارتفاع ممتنع ہوتا ہے لیکن جہاں اجتماع وارتفاع دونوں ممتنع ہوں وہی تباین مقصود ہے۔

نمبر سوم میں بجائے غلطی نکالنے کے یہ تسلیم کیا ہے کہ چونکہ ارسال میں ادراک کا دخل ہے لہذا وہ بھی عمل ہے اور ہمارا اعتراض بھی یہی ہے کہ نماز توقیفی ہے اس میں کسی عمل کو داخل کرنے کے لئے دلیل چاہئیے۔ حافظ صاحب ہماری علم لیاقت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خواہ کچھ ہی بتائیں لیکن ان کی اپنی لیاقت سے ہمارا اعتراض اور مضبوط ہو گیا ہے والحمد للہ علی ذالک۔

طبرانی سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت لا کر فرماتے ہیں کہ

"یہاں تو لاعمل بھی نیکی بن گیا"

یعنی اس حدیث کی وجہ سے لیکن ارسال کے نیکی بن جانے کی کیا دلیل ہے؟

نمبر چہارم میں حافظ صاحب یہ بتاتے ہیں کہ ہم نے نیا مسئلہ نکالا ہے

اولاً - ہم نے مسئلہ نہیں نکالا، بلکہ یہ بتلایا تھا کہ دونوں طرح ممکن ہے لہذا آپ کا اعتراض صحیح نہیں ہے

ثانیاً - کسی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ حلقہ رانوں پر ہاتھ رکھنے کے بعد ہو بلکہ بعض روایات میں حلقہ و اشارہ پہلے مذکور ہے جیسے یہ روایت - اور بعض میں وضع کا ذکر پہلے ہے، کما فی النسائی ص ۱۴۸ ج اصحیفہ پس جو بھی مقدم ہو گا روایت کے مطابق ہو گا۔

ثالثاً - کسی میں مقدم ہونا اور کسی میں موخر ہونا یہ خود قرینہ ہو سکتا ہے کہ یہاں واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے لیکن فیما نحن فیہ واؤ کو ترتیب کے لئے نہ ماننے کی کیا دلیل ہے؟

رابعاً - اجماع کا دعویٰ تو کر دیا اب برائے مہربانی چند مجتہدین کے نام بھی تو گنوا دیں جنہوں نے یہ تصریح کر دی ہو کہ پہلے وضع ہو پھر حلقہ

خامساً - جو روایت بحوالہ بیہقی نقل کی ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کلمہ اشہد ان لا الہ الا اللہ"

اس قسم کے الفاظ امام بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ، اور معرفۃ السنن والآثار دونوں میں نظر نہیں آتے، پھر یہ مسئلہ خواہ مخواہ کیسے حدیث کے خلاف ہوا؟

سادساً - پھر حافظ صاحب بڑی جسارت سے فرماتے ہیں کہ

"یہ مسئلہ انہوں نے نکالا ہے جو کسی کی آنکھوں نے دیکھا نہ کسی کے کانوں"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے سنا، سب مذاہب کی کتابیں کھول کر دیکھ لیں اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان ہی نہیں ملتا"

ناظرین کرام! فقہ شافعی کی معتبر کتاب المہذب لابی اسحاق الشیرازی میں ہے۔ وفی الید الیمنیٰ ثلاثۃ اقوال۔ احدھا ان یضعہا علی فخذہ مقبوضۃ الاصابع الا المسبحۃ اھ (شرح المہذب ج۳ ص۴۵۲) اب قارئین کرام وسعت نظر و قوت فکر کا اندازہ کر لیں۔

پھر حافظ صاحب ہماری ایک عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں کہ

"اس کا نہ سر ہے نہ پیر"

پس سچ ہے کہ وکم من عائب قولا صحیحا وآفتہ من الفہم السقیم

اہل نظر پھر غور فرمائیں کہ کیا کلمہ "پھر" واو کا ترجمہ ہے؟ اگر نہیں تو یہ اعتراض بے سروپا ہے۔ ہمارا صرف یہ کہنا تھا کہ راوی دو چیزوں کا دیکھنا بتا رہا ہے رفع الیدین اور امساک الیمین علی الشمال۔ پہلے رفع الیدین تین مقام پر بتائی جس میں قیام قبل الرکوع خواہ بعد الرکوع دونوں ضمناً آگئے اور حافظ صاحب کا یہ اعتراض بھی بوجہ انکی جلد بازی کے مردود ہو گیا کہ اس روایت میں قیاموں کا ذکر نہیں ہے اور راوی نے دوسرے نمبر میں وضع کو ذکر کیا۔ اور اگر یہ ایک قیام کے لئے ہوتا تو ضرور تصریح کر دیتا۔ نیز اگر یہ واو ترتیب کیلئے ہوتی تو مطلب یہ ہوتا کہ وضع و امساک سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد جو قیام ہے اس میں تھا مگر ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں کا بتانا مقصود تھا۔ یہی ہم نے کہا تھا جس پر حافظ صاحب برس پڑے ان ھذہ من خواص الشیخوخۃ۔ اور یہ بھی ہے کہ اذا یئس الانسان طال لسانہ۔

اور پھر فرماتے ہیں

"اور پھر واو کے ساتھ عطف روایتہ کا رأیت پہلے پر ہے تو اگر واو ترتیب کے لئے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ راوی نے تین جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو اس کے بعد ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہی دلیل ہے اس کی کہ یہاں واؤ ترتیب کے معنی میں ہے بلکہ عبارت کی ترتیب ہی کچھ ایسی ہے جس سے وضع دونوں قیاموں میں معلوم ہوتا ہے اگر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اگر ہم واؤ کو ترتیب کے لئے مانیں تو بھی یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ تیسری جگہ یعنی رکوع کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صریحاً دوسری منقول ہے کہ آپ گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۷۵ بحوالہ ابوداؤد و ترمذی و دارمی)، بلکہ خود آنحضرت نے حکم دیا کہ واذا رکعت فضع راحتیک علی رکبتیک۔ (ابوداؤد ص ۱۲۵) باقی دو حالتوں کے لئے یہ حکم رہیگا، اگر فریق ثانی قیام بعد الرکوع کے استثنیٰ کا بھی مدعی ہے تو اس کے لئے بھی کوئی دوسری ہیئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کریں والا فلا۔

اور ہلب طائی کی حدیث پیش کرنا تعجب سے خالی نہیں ہے کیونکہ جب سلام پھیر آگیا اور انصراف ہوگیا تو انسان نماز سے خارج ہوگیا یہ خود قرینہ ہے کہ یہاں واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے لیکن روایت مبحوث فیہا کو اس پر قیاس کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے، مزید یہ بحث الدلیل التام ص ۹ سے ۱۲ پر مذکور ہے۔

نمبر پنجم میں حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ

"قرینہ وہ دلیل ہے جو اس مقام میں ہوتی ہے جہاں مسئلہ کا بیان ہو رہا ہے"

کیا آپ قرینہ خارجیہ کے قائل نہیں؟ ایضاً اگر قرینہ نہیں اور یہاں واؤ مطلق جمع کیلئے ہے تو کیا آپ یہ اختیار دینگے؟ کہ پہلے وضو کرے بعد میں شرم گاہ دھوئے؟ یا پہلے شرم گاہ دھو کر بعد میں وضو کرے؟ اگر نہیں تو اسکی کیا دلیل ہوگی؟ اسی روایت میں ہے یا خارج سے لائینگے

ثانیاً شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا صرف حدیث بسرہ سے ماخوذ نہیں بلکہ اس کی بابت اور کئی حدیثیں ہیں سیوطی الازہار المتناثرہ ص ۱۰ پر اسکو متواتر شمار کرتے ہیں اور اٹھارہ صحابہ سے احادیث بتاتے ہیں علامہ عبدالعزیز الغماری اتحاف ذوی الفضائل المشتہرہ ص ۲۸ پر انتیس ۲۹ کے نام گنواتے ہیں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور طلق کی روایت ان کے معارضہ کی حیثیت نہیں رکھتی، خود اسی سبل السلام ج ۱ صفحہ ۱۶۸ میں صاف طور پر بسرہ کی روایت کو طلق کی روایت پر راجح ثابت کیا گیا ہے۔

پھر امثلہ پر بحث کی ہے۔ مثال اول میں عجیب نکتہ سمجھایا ہے۔ کیا قیام میں اقتدا نمایاں نہیں؟ کیا صف جماعت کا پتہ نہیں دیتی؟ بلا شک ایک رکعت میں شمولیت نماز میں شمولیت ہے لیکن پوری رکعت میں نہ کہ صرف رکوع میں، کیا آپ مدرک رکوع کو مدرک رکعت کہتے ہیں؟ ؎

؎ نکتہ شناس نہ دلبر خطا ایں جاست

مثال دوم میں دراصل ہم نے اصل حدیث کو بتایا اور اجماع کو تائیداً ذکر کیا تھا اسلئے کہ اس پر اجماع بھی جب ہوا کہ حدیث سے عمرہ قبل الحج ثابت ہے اس پر اعتراض سینہ زوری ہے کیونکہ تأخر اجماع کا سوال ہی نہیں رہا۔ باقی یہ کہنا کہ "قرینہ ساتھ ہوتا ہے" صحیح نہیں، کیونکہ قرینہ خارج سے بھی لیا جا سکتا ہے بلکہ حدیث آیت کی تفسیر ہے۔

مثال سوم میں لکھتے ہیں کہ

"اور جب بعد الرکوع وضع ثابت نہ ہوا تو قبل الرکوع کے ساتھ خاص ہو گیا"

یہ جب صحیح ہو کہ آپ تخصیص کی کوئی دلیل پیش کریں، اور حکم وضع کا عام ہے تخصیص کی دلیل سے آپ کے ہاتھ خالی نظر آتے ہیں، اب طول کی کیا ضرورت ہے صرف ایک روایت پیش کر دیں ولیس لکم الی ذالک سبیل

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

"اور علت کے بیان کو قرینہ کہنا یہ اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب پہلے یہ ثابت ہو کہ واؤ ترتیب کے لئے ہے"

یہ تو ہم الدلیل التام صفحہ ۱۳ پر بحوالہ المغنی وغیرہ ائمہ فن سے ثابت کر چکے ہیں اب یہ بقول شما قرینہ صحیحہ ہے۔

مثال چہارم میں ابن کثیر سے نقل کرتے ہیں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"بے قراری ام موسیٰ کو التقاط سے پہلے ہوئی"

حالانکہ وہاں ایسا کوئی لفظ نہیں جس میں یہ تصریح ہو بلکہ مجمل کلام ہے چنانچہ ابن کثیر کی عبارت اس طرح ہے یقول اللہ مخبرا عن فؤاد ام موسیٰ حین ذھب ولدھا فی البحر الخ ج۳ ص۳۸۱ اور دوسری تفاسیر میں تصریح موجود ہے قرطبی ج۱۳ ص۲۲۵ میں ہے والمعنی انہا حین سمعت بوقوعہ فی ید فرعون طار عقلہا من فرط الجزع والدھش اھ اور نسفی ج۳ ص۲۲۸ میں ہے کہ واصبح وصار فؤاد ام موسیٰ فارغا صفرا من العقل لما دھشت من فرط الجزع لما سمعت بوقوعہ فی ید فرعون اور جلالین ص۳۲۴ میں ہے واصبح فؤاد ام موسیٰ لما علمت بالتقاطہ فارغا مما سواہ اھ اور جمل ج۳ ص۳۳۸ میں ہے کہ ای انحصرت فکرتہا فیہ لتراکم الغم علیہا لما وقع فی ید العدو اھ اور سواطع الالہام للفیضی ص۴۷۵ میں ہے واصبح وصار فؤاد روح ام موسیٰ لما وسلمہا ولاع الولد فارغا اھ وھکذا فی الشوکانی ج۴ ص۱۵۵ والقاسمی ج۱۳ ص۴۶۹۷ اب ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ہماری بات ہی صحیح ہوئی کہ مکمل بے قراری اس وقت ام موسیٰ کو ہوئی جب کہ بچہ آلِ فرعون کے ہاتھ آیا جن کے ڈر کی وجہ سے اس نے بچے کو دریا میں پھینکا تھا جیسا کہ آیت واذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم سے ظاہر ہے (الدلیل التام ص۱۱) اب قلم برداشتہ لکھنا کس کی عادت ہوئی۔ ع مجھے الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

تلبیس چہارم۔ جن اکابر صحابہ وتابعین کا حافظ صاحب نے نام لیا ہے انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کہا کہ بے قراری التقاط سے پہلے تھی اور نہ ابن کثیر نے اس بات کو ان کی طرف منسوب کیا ہے بلکہ ان کی طرف صرف کلمہ "فارغا" کے معنی منسوب کئے ہیں اور یہ آثار دراصل تفسیر ابن جریر سے لئے گئے ہیں۔

ناظرین کرام! بخدا تفسیر ابن جریر کی طرف رجوع کرکے دیکھیں کہ وہاں ان اکابر سے صرف کلمہ "فارغا" کے معنی مذکور ہیں اور تقدم وتاخر کا ان سے کوئی ذکر ہی نہیں، اور پھر حافظ صاحب کی تفسیر میں جرأت اور سلف کی طرف نسبت کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بے باکی کا اندازہ کر لیں۔

مثال پنجم میں حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ

"دوسری آیت کا موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہونا مشکوک ہے"

لیکن اس کو اس کا کلام نہ کہنا ابن کثیر کی اپنی رائے ہے اور امام المفسرین ابن جریر اسی کا کلام بتاتے ہیں دیکھو ابن جریر صفحہ ۱۸۷ ج ۱۳ اور قرطبی، خازن، النسفی، بیضاوی، جمل شوکانی اور فیضی دونوں قول بتاتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ حافظ صاحب کا اس کو مشکوک کہنا درست نہیں بلکہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں، ہم پر تو تفسیر سے ناواقفی کا ریمارک دیتے ہیں لیکن ناظرین کرام بتائیں کہ اتنی تفاسیر سے اغماض کو کس پر محمول کیا جائے۔ ناواقفی پر یا تجاہل عارفانہ پر؟ سہ

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے: آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

علاوہ ازیں ابن کثیر کی رائے کا مدار اس پر ہے کہ تورات میں عاد و ثمود کا ذکر نہیں ہے لیکن اولاً اس قول کو "قیل" سے نقل کرتے ہیں ثانیاً ابن کثیر سے پہلے تورات محرف ہو چکی تھی۔ تفصیل کے لئے کتاب المفصل لابن حزم کا مطالعہ کریں۔ پس اس پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے:

اور "اتقان" سے جو روایت نقل کی ہے کہ سورۂ ابراھیم سورۂ الذاریات کے بعد اتری ہے وہ روایت ضعیف ہے، اس کی سند اس طرح ہے قال ابن الضریس فی فضائل القرآن حدثنا محمد بن عبد اللہ بن ابی جعفر الرازی انبأنا عمرو بن ھارون حدثنا عثمان بن عطاء الخراسانی عن ابیہ عن ابن عباس فذکرہ (الاتقان صفحہ ۱۱ ج ۱ مصری)

اولاً عثمان بن عطاء کو ضعیف، متروک اور منکر الحدیث کہا گیا ہے بلکہ امام حاکم نے تو کہا ہے کہ وہ اپنے باپ سے بناوٹی حدیثیں روایت کرتا ہے (تہذیب صفحہ ۱۳۹ ج ۷)

ثانیاً اس کا باپ عطاء بن ابی مسلم الخراسانی مدلس ہے کما فی التقریب صفحہ ۳۶۲ طبع ہند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور منقطعاً روایت کی ہے
www.KitaboSunnat.com
ثالثاً اسی عطاء کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی سماع نہیں اور نہ ہی ملاقات ہے کما فی التہذیب ص ۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴ ج ۷ پس ایسی روایت سے استدلال کرنا علماء کی شان نہیں۔

اگرچہ اس آیت میں صراحتاً قوم لوط کا ذکر نہیں مگر جملہ "والذین من بعدھم" میں قوم لوط بھی داخل ہے کیونکہ ترتیب وار قصہ اعراف و شعراء میں مذکور ہے بالخصوص سورہ ہود میں تو صاف مذکور ہے کہ ویا قوم لا یجرمنکم شقاقی ان یصیبکم مثل ما اصاب قوم نوح او قوم ھود او قوم صالح وما قوم لوط منکم ببعید (ھود ع ۸ پ ۱۲)

مثال ششم میں ہم نے یہ بتایا تھا کہ جب واؤ ترتیب کے لئے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ترتیب وار عمل کرنا بتایا ہے اور صفا جو مقدم تھا اس کی طرف پہلے گئے اور مروہ جو مؤخر تھا اس کی طرف بعد میں گئے۔ ایسی صاف بات کو کون نہیں سمجھ سکتا ہے۔ بلا شک صحابہ اہل لغت تھے لیکن آنے والے سب اہل لغت نہیں بلکہ ہم اور آپ جیسوں کے درمیان بھی بموجب قولہ تعالےٰ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر (النساء ع ۸ پ ۵) فیصلہ و اتفاق لسانے ہو جائے، آئیے کہ اس فرمان نبوی پر فیصلہ کر کے یہ شعر پڑھیں کہ

سے کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی   یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

اور امام شوکانی کی عبارت جہاں ذکر ہوگی وہیں کلام کرینگے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن ہاں اتنا ضرور عرض کر دیتے ہیں کہ امام موصوف خود اسی کے قائل ہیں کہ جب تک کوئی مانع نہ ہو واؤ ترتیب کے لئے ہی ہوتی ہے جیسا کہ الدلیل التام کے ص ۱۲ پر عبارت گذری ہے۔

نمبر ششم میں ہم پر بہتان اور خیانت کا الزام لگایا ہے اب حافظ صاحب کے پاس صرف یہی ایک ہتھیار رہ گیا ہے فرماتے ہیں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"قارئین کو بڑے مغالطہ میں ڈالا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ امام شوکانی وضوء میں ترتیب کے قائل ہیں اور جو لوگ ترتیب کے قائل نہیں ان کا رد کرتے ہیں"

ناظرین دوبارہ الدلیل التام اٹھا کر دیکھیں، نہ ہم نے یہ کہا ہے اور نہ کہتے ہیں۔ ہمارا صرف یہ کہنا تھا اور ہے کہ امام شوکانی نے جس اصول کی بنا پر اس جواب کو ممکن کہا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں ترتیب ممتنع نہ ہو وہاں ترتیب ہی ملحوظ ہے اور یہ اصول خواہ کتنی اور دلیلیں ذکر کی جائیں سب کے لئے معیاری حیثیت رکھتا ہے اور حافظ صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ

"جمہور علما کی طرف سے بہت سے دلائل ذکر ہوئے ہیں ایک دلیل ان سے کمزور ہے جس کی عبارت اور اس کے ترجمہ پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک دلیل کے کمزور ہونے سے مسئلہ کمزور نہیں ہوتا الخ"

کیونکہ جس اصول کی بنا پر اس کو کمزور کہا گیا ہے وہ سب دلائل کے لئے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ اصول امام شوکانی کے ہاں معتبر نہ تھا تو جو جواب اس پر متفرع ہے اس کو ممکن کیسے کر دیا۔ لطف یہ کہ خود حافظ صاحب اس کے کمزور ہونے کے قائل ہیں جس کے یہ معنی ہوئے کہ یہ اصل آپ کے ہاں بھی معتبر ہے۔ نیز حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ امام شافعی کی طرف یہ نسبت بصیغۂ تمریض ہے، جواباً عرض ہے کہ مغنی اللبیب ص ۱۲ جلد ۲ میں آپ سے بصیغۂ جزم منقول ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ امام شافعی چونکہ وضوء میں ترتیب کے قائل ہیں اسی سے یہ مشہور ہو گیا ہے بلکہ شیخ محمد الامیر حاشیہ مغنی اللبیب ص ۱۲ جلد ۲ مطبوعہ مصری میں لکھتے ہیں کہ لا یکفی فی ھذہ النسبۃ مجرد قولہ بالترتیب فی الوضوء ولان لہ دلیلا آخر اھ یہ سب کچھ ہم نے اسی بنا پر لکھا تھا کہ حافظ صاحب نے انکار کیا تھا کہ واؤ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی ورنہ جو ہمارا طریق استدلال ہے اس کو ہم بارہا واضح کر چکے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ

"جب پاؤں کا دھونا مسح کے بعد ہوا تو منہ ہاتھ دھونے سے بھی بعد ہوا"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہم نے یہ کب کہا تھا کہ پاؤں کو ہاتھ اور منہ سے پہلے دھوئے یا بعد۔ نہ معلوم حافظ صاحب لکھتے وقت کس خیال میں تھے، ہمارا اعتراض یہ تھا کہ مسح کے درمیان میں آجانے سے لغایتہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ مسح غسل الوجہ والیدین سے مؤخر ہو، اور غسل الرجلین مسح سے مؤخر ہو، لیکن فاغسلوا وجوھکم وایدیکم میں ترتیب کے قائل ہو یا نہیں؟ "اگر پہلے ہاتھ دھو کر پھر منہ کو دھوئے تو جائز ہوگا" ؟ الدلیل التام ص۱۳) اس کے جواب میں عبارت بالا جس علمیت کا پتہ دیتی ہے اس کا ناظرین کرام اندازہ فرمائیں ؎ پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

پھر فرماتے ہیں کہ

"تیسرا قول پیدا کرنا اجماع کے خلاف ہے"

حالانکہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آپ عالم الغیب نہیں لھذا دو قول تک انحصار کا دعویٰ نہ کریں

پھر ارشاد ہے کہ

"یہ نہیں سوچتے کہ حیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھی ہو سکتی ہے"

سچ ہے کہ ؎ وکم من عائب قولا صحیحا — وآفتہ من الفہم السقیم

ہمارا کہنا یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ آپ کا ترتیب وار عمل کرنا بتاتا ہے کہ آیت میں ترتیب وار ہی عمل کرنے کا حکم ہے۔

عجوبہ — ہم نے لکھا تھا کہ یہاں ترتیب وعدم ترتیب کا مسئلہ نہیں ہے اگر یہ ہوتا تو اس روایت میں وضع کا ذکر صرف قیام بعد الرکوع کے لئے سمجھا جاتا مگر طریقہ استدلال یہ ہے کہ راوی دونوں قیاموں کا ذکر کرتا ہے اور پھر مطلقاً وضع کا ذکر کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں میں وضع کرتا ہے (الدلیل التام ص۶)

اس پر حافظ صاحب نے زیر عنوان غلطی یہ جوہر دکھایا تھا کہ "اس عبارت کا سر ہے نہ پیر" پہلے کہتے ہیں ترتیب وعدم ترتیب کا مسئلہ نہیں ہے اور آخر میں کہتے ہیں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر مطلقاً وضع کا ذکر کرتا ہے، غور کیجئے یہ "ثم" کا کلمہ ترتیب کے لئے ہے یا نہیں۔ جس کو اپنی عبارت کی خبر نہ ہو وہ حدیث کے مسائل کیا سمجھ سکتا ہے، اور پھر خود ہی حافظ جی یہاں فرماتے ہیں کہ

"لیکن قرآن مجید میں منہ ہاتھ دھونے کا ذکر کر کے سر کے مسح کا ذکر کیا ہے پھر پاؤں کے دھونے کا ذکر کیا گیا ہے پاؤں دھونے کے اعضاء سے الگ کر کے اخیر ذکر کرنا اس سے ترتیب سمجھی گئی نہ کہ واؤ ترتیب پر دلالت کرتی ہے"

اب ناظرین! غور فرمائیں کہ ہماری جو بات بُری لگی تھی وہی حافظ صاحب نے فرمائی ہے ہم نے کہا تھا کہ حرف واو سے یہ مسئلہ ماخوذ نہیں بلکہ الفاظ کے تقدم و تاخر سے یہ بات سمجھی جاتی ہے اسی پر حافظ صاحب برس پڑے اور بوقت ضرورت اسی کا سہارا لیا ۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں　　لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ہم پر غصہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"جب پیروں کا یہ حال ہے تو مریدوں کا خدا ہی حافظ ہے"

بھائی ہم نہ پیر ہیں اور نہ پیری مریدی کے قائل ہیں، پیری مریدی کا سب سے بڑا شعار تو تعویذ لکھ دینا ہے ہم تو اس کے سرے سے قائل نہیں اور نہ ہم تعویذ دیتے ہیں اور نہ ہمارے آگے تعویذ لکھوانے کے لئے مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا رہتا ہے یہ رونق تو ماشاء اللہ حافظ صاحب مرحوم کے ساتھ ہی تھی ۔

پاکبازاں راست وچپ ایستادہ اندر عشق تو　　رونمائی ہمچو لالہ گاہ راس و گاہ چپ

پھر ہشتم میں گزشتہ باتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جلسہ بین السجدتین اور جلسہ استراحت میں رانوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق اجماع ہے" الخ

حالانکہ اجماع کا دعویٰ آسان نہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ من ادعی الاجماع فھو کذاب لعل الناس قد اختلفوا ما یدریہ ولم ینتہ الیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ سب فقہاء سے نقل ثابت کریں یا کم از کم کسی معتبر ناقل کا حوالہ دیں اور اتنی جلد بازی نہ کریں،

رسالہ ارسال الیدین میں جلسوں میں ہاتھوں کے متعلق تین صورتوں میں انحصار کا دعوی کیا تھا اور ہمارے اعتراض کا جو جواب دیا تھا وہ اسی حصر پر موقوف تھا اور جب ہم نے حصر کے دعوی کو غلط ثابت کیا تو کہتے ہیں کہ

"عام حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ صورتیں لکھی تھیں"

ثابت ہوا کہ یہ قطعی بات نہیں ہے، پس اس پر آپ کا جواب قائم نہیں رہ سکتا، بلکہ ہمارا اعتراض باقی ہے والحمد للہ، اسی طرح عام طور پر لوگ ہاتھ ملا کر بھی بیٹھتے ہیں پھر خود ہی اعتراض کرتے ہیں کہ

"ہاتھ باندھنا بھی عام حالات میں شامل نہیں تو یہ تین کیوں لکھیں"

پھر جواب دیتے ہیں کہ

"ہاتھ باندھنے کی چونکہ بحث ہو رہی تھی اور انسان جب بیٹھ کر نفل پڑھتا ہے تو ہاتھ باندھ لیتا ہے تو اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ ان جلسوں میں بھی ہاتھ باندھنے چاہئیں"

یہ بھی عجیب استدلال ہے کہ ہاتھ باندھنے کا ذکر حالت قیام میں ہو رہا ہے اور بیٹھ کر نفل پڑھنے والا بھی اسی حالت میں وضع کرتا ہے جو کہ قیام کے قائم مقام ہے نہ کہ بین السجدتین اور بعد میں اس طرح کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا ہے، آپ یا تو حصر کے دعوی سے دست بردار ہو جائیں یا پھر اپنی غلطی کا اقرار کر لیں کہ تیسری چیز کیا ذکر کی؟ ؎

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن مصلحت بیں وکارِ آساں کن

آپ ہی کے پیدا کردہ اعتراض سے آپ کا کام تمام ہوا۔ والحمد للہ

پہلے ہم نے اعتراض کیا تھا کہ "اسکا ۔۔ زمین پر پڑا تھا"، یہ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے" الخ

اس پر حافظ صاحب یوں گوہر افشاں ہیں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"حدیث میں جلسے کا لفظ موجود ہے پس بیٹھنے کی حالت میں ہاتھ زمین پر ہونگے یا رانوں پر" الخ

اس دعوی کے حصر کو ناظرین دیکھ چکے ہیں لھذا یہ جواب قابل التفات نہیں ہے عجب ہے کہ اپنی طرف سے جو چاہیں حدیثوں میں الفاظ بڑھاتے جائیں اور اگر اعتراض کریں تو فتوی دینے لگ جائیں سے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا ہی نہیں ہوتا

مہربان! ہم آپ کی اس باریک بینی اور نکتہ رسانی کی داد دیتے ہیں لیکن اس کا نام حدیث دانی نہیں ہے،

پھر فرماتے ہیں کہ

"اور پھر ساقط کے معنی گرانے کے کرنا بھی غلط ہے ساقط لازم ہے جس کے معنی گرنے والے کے ہیں"

یہ اعتراض تو ہم پر اس وقت وارد ہو سکتا ہے جبکہ ہم نے حدیث کا ترجمہ کیا ہو ہم نے تو یوں استدلال کیا تھا کہ "اس حدیث سے تو نماز میں ہاتھوں کا گرانا ممنوع ہوا" الدلیل التام صلا - اس میں کب ہے کہ ہم نے اس کو متعدی سمجھا ہے، بلکہ ظاہر ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس شخص کا ہاتھ گرا ہوا دیکھا خواہ کیسے ہی گرا ہوا تھا تو اس کو تنبیہ فرمائی جس سے واضح ہوا کہ ہاتھوں کا گرانا ممنوع ہوا۔ اس پر لازم اور متعدی کی بحث کرنا خواہ مخواہ کی طبع آزمائی ہے۔

کنزل العمال کے حوالہ سے جو ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے یا جن دوسری روایات کا حوالہ دیا ہے وہ سب کنز العمال میں بحوالہ جامع عبدالرزاق منقول ہیں اور نہ معلوم ان کی سند کیسی ہے، ان پر بلا تحقیق اعتماد نہیں کیا جاسکتا،

حافظ صاحب کے مشورہ کا شکریہ لیکن ہم تو پیری مریدی کے قائل نہیں ہیں آپ کے دن تعویذوں میں گزرتے تھے اور فرصت کم ملتی تھی پس بجائے حدیث ان نکات پر قناعت کی ہمیں تو الفاظ حدیث ہی کافی ہیں ؏ رضینا قسمة الجبار فینا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمبر۶ کے تحت جو لکھا گیا ہے جواباً عرض ہے کہ بلاشک جلسۂ استراحت و بین السجدتین میں رانوں پر ہاتھ رکھنے پر دونوں فریق متفق ہیں لیکن اس کا نام اجماع شرعی نہیں جس کو فقہا اصلِ ثالث کہتے ہیں، ایضاً ہم دلیل سے قائل ہوئے ہیں اور آپ بلا دلیل، کیونکہ جو دلیل ہے آپ اس کو مانتے نہیں اور جس کو دلیل بتلاتے ہیں وہ بنتی نہیں کما مرّ دریاتی ؎

ع - ببیں فرق از کجا است تا بکجا -

جناب من! اگر آپ کا قیاس صحیح ہے تو اس قیاس کی صحت میں کیا شبہ ہے کیونکہ دونوں قیام ہیں اور علت بیں جو فرق کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ اذا کان قائماً اور اذا قام نکہا اذا کان قائماً یا اذا اقرأ اور قراءت کو علت قرار دینے والوں کا قول مستند نہیں ہے، یہاں اس سے بحث نہیں کہ قیام لمبا ہے یا نہیں بلکہ جو قیام ہو قلیل ہو یا کثیر اسی میں وضع ہوگا یہی الفاظ حدیث کا مقتضی ہیں آپ کا قیام بعد الرکوع میں عبث سے انکار صحیح نہیں کیونکہ ایسا عبث روزمرّہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں، لوگ ہاتھوں کو ہلاتے ہیں اور کبھی ہاتھ باندھ کر کے حلقہ بناتے ہیں اگر وضع ہوگا تو ایسی کوئی حرکت نہیں ہوسکیگی، ثانیاً - آپ کا اجماع کا دعویٰ بھی ثبوت کا محتاج ہے ولیس لکم الی ذالک سبیل،

ہماری دلیل واضح ہے کہ اذا قام پھر اذا جلس یہ ایسے ہی الفاظ ہیں جیسے کہ اذا کبر و اذا افتتح الصلوٰۃ، اذا رکع، اذا سجد، اذا قام من اللیل اذا اخذ مضجعہ من اللیل، اذا اراد الحاجۃ، اذا اراد سفراً، اذا اراد ان یحرم، اذا اراد ان یعتکف، اذا اراد ان یرقد، اذا استجد ثوباً، اذا استلم الرکن، اذا اصبح، اذا امسیٰ، اذا افطر، اذا اکتحل اذا اکل طعاماً - اذا اکل او شرب، اذا آوی الی فراشہ اذا تعار من اللیل، اذا توضأ، اذا اتی غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اذا دخل الغائط، اذا خرج من الغائط وغیرہ ان سب کو عموم مانتے ہو لیکن یہاں کیا مانع ہے؟ ہم نے عموم سے استدلال کیا ہے جس کی تخصیص سے آپ قاصر ہیں آپ محض قیاس اور ادھر اُدھر کی باتیں کرتے ہیں۔ ناظرین! خود ہی انصاف کریں کہ ای الفریقین احق بالامن۔ سو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی،

بلاشک اذا قام واذا جلس صحابی کا کلام ہے تو کیا رفع الیدین والی حدیث یا یہ دیگر امثلہ جو ہم نے ذکر کی ہیں یہ سب صحابہ کا کلام نہیں ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی حکایت نہیں ہے؟ ان سب کو ماننا صرف ایک یا دو جگہ پر بلا وجہ اڑے رہنے کا نام تحقیق نہیں یہ ہٹ دھرمی ہے،

اسی طرح اتمام الخشوع میں بھی عموم سے استدلال کیا گیا ہے اگر آپ کے پاس تخصیص کی دلیل ہے تو پیش کریں ورنہ عام عام ہی رہیگا۔

پھر فرماتے ہیں کہ

"اذا جلس اور اذا قعد سے مراد التحیات ہے کیونکہ یہ جلوس اور قعود مبہم ہے"

اس میں کیا ابہام ہے؟ بلکہ راوی یہ بتانا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں بیٹھنے کی یہ ہیئت تھی یعنی جب بھی بیٹھتے تھے، آپ نے تو خواہ مخواہ لفظِ ابہام کو تکیہ کلام بنالیا ہے اور احادیث کو رد کرنے کے لئے ایک بہانہ۔

حضرت بریدہ کی روایت جو کہ بحوالہ کنز العمال نقل کی ہے وہ سنن دارقطنی ص ۳۶ پر موجود ہے اور کنز العمال میں بھی اس کا حوالہ مذکور ہے، اس کی سند میں دو مشہور جھوٹے اور کذاب راوی ہیں، ایک عمرو بن شمر قال الجوزجانی زائغ کذاب، وقال ابن حبان رافضی یشتم الصحابة، یروی الموضوعات عن الثقات، قال البخاری منکر الحدیث، قال یحییٰ لا یکتب حدیثہ، وقال النسائی والدار قطنی وغیرھما متروک، وقال الحاکم کثیر الموضوعات (لسان المیزان ص ۳۶۶-۳۶۷ ج ۴) دوسرا جابر الجعفی ہے جس کو امام ابن معین، شعبی، جوزجانی، ابن عیینہ اور احمد بن خلاش نے کذاب کہا ہے (تہذیب ص ۴۸ ج ۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس اس روایت کے جھوٹی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ ایسی روایت کو احتجاج تو کیا تائید اپیش کرنے سے بھی اہلحدیث پناہ مانگتے ہیں۔ ایسی حدیث دانی حافظ صاحب کو مبارک ہو۔ سہ

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے ۔ نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

نمبر۔ ۹ میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جملہ "ووضع یدیہ" میں واؤ کو استیناف بتانے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

"واؤ استینافیہ زائد ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بغیر مجبوری کے کسی لفظ کو زائد نہیں کہہ سکتے"

یہاں مجبوری یہ ہے کہ عطف نہیں بن سکتا، کیونکہ ہاتھوں کا دور رکھنا قیام میں کیسے ہوگا؟ اس پر حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ

"جیسے سجدہ اور رکوع میں ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھے جاتے ہیں ایسے ہی قیام میں کوئی مشکل نہیں"

سچ ہے کہ ...... را حافظہ نہ باشد۔ پہلے فرما چکے ہیں کہ سلف سے قیام میں صرف دو قول ہیں وضع یا ارسال، اور پھر حدیث لا تجتمع امتی علی ضلالۃ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو عنوان غلطی ع ا۔ اب یہ تیسرا قول کیسے پیش کر دیا؟

ناظرین خود غور فرمائیں کہ حافظ صاحب کی پہلی بات صحیح ہے یا دوسری؟ ہم نے وضع و ارسال کے علاوہ تیسری صورت کا امکان لکھا تھا اور پھر حالت جلسہ میں ہاتھوں کے لئے دو حالتوں پر حصر کے دعویٰ کو غلط کہا تھا اور تیسری صورت کا امکان بتایا تھا تو حافظ صاحب ناراض ہو گئے تھے اور طویل مضمون لکھ کر اس کو تیسرے قول کے احداث سے تعبیر کیا تھا اب ضرورت پڑنے پر آپ ہی اپنے اصول کا صفایا کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

"اور وضع کفیہ کا عطف جملہ حین رفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ کے پورے جملہ پر عطف ہے نہ کہ صرف رفع یدیہ پر ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن پھر بھی تقدیر یہ ہوگی کہ رفع یدین یعنی حین رفع رأسہ من الرکوع وضع کفیہ، اور بات وہی ہوتی ہے، آپ نے کون سی نئی چیز بتائی ہے، معنی تو وہی ہوتے ہیں بلکہ ظرف کو مقدم کرنا یہ قرینہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا مظروف ایک ہے،

پھر فرماتے ہیں کہ

"تاکہ لازم آئے کہ ہتھیلیوں کا رکھنا بھی سر اٹھانے کے وقت ہے"

یہی صراحت ہے وضع بعد الرکوع پر، کیونکہ رفع الیدین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر قیام کرکے پھر سجدہ کو جاتے تھے جیسا کہ روایات بکثرت وارد ہیں، نیز اگر جملہ وضع کفیہ کا تعلق سجدہ سے ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہیں سے جملہ علیحدہ ہو جاتا ہے حالانکہ جب تک کلام مسلسل رہے اسے علیحدہ نہیں کیا سکتا، ہم نے صحابی کو اس لئے علیحدہ کیا تھا کہ کلام مسلسل نہیں رہ سکتی کما تقدم،

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

"رکوع سے سر اٹھانے کا بیان پہلے ہو چکا ہے اب یہ سجدہ کا بیان ہوگا"

کیا درمیان میں قیام کی ہیئت کو نہیں بیان کیا جا سکتا، دوسرا قرینہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

"اگر ہتھیلیاں سینہ پر رکھنا مراد ہوتیں تو وضعھما کہنا کافی تھا"

دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ اظہار سے وضع الکف علی الکف کی صورت بھی معلوم ہوئی۔ جیسا کہ بعض آثار میں مذکور ہے کما فی المحلی وغیرہ، اگر مستقل جملہ پر عطف ہے تو بھی وہی معنی ہیں کما مر

پھر یوں رقمطراز ہیں کہ

"اکٹھے دونوں ہتھیلیاں رکھنے کا ذکر وائل بن حجر کی کسی روایت میں نہیں ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ جب ہو کہ ایک صحابی سے صرف ایک ہی مسئلہ ایک لفظ سے ہی مروی ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ فیما نحن فیہ مسئلہ میں آپ نے متعدد الفاظ نقل کئے ہیں، اور پھر بہتان لگاتے ہیں کہ ہم اس کے قائل ہیں کہ ہاتھ رانوں پر رکھنے سے قبل انگلی سے اشارہ کر سکتا ہے حالانکہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا بلکہ ہم نے اس کا امکان ذکر کر کے آپ کے دعویٰ حصر کو توڑا تھا، ذرا پھر الدلیل التام کا مطالعہ کریں، بیجا بہتان باندھنا مسلمان کو زیبا نہیں ہے، آپ نے ابھی قیام کے لئے یعنی کہ قیام کی حالت میں ہاتھوں کے لئے تیسری ہیئت کے امکان کا ذکر کیا ہے کیا آپ پر بھی یہ الزام عائد ہو سکتا ہے کہ آپ نے احداث فی الدین کیا ہے؟ اسی طرح جلسہ بعد السجدتین میں اشارہ کے متعلق ہم نے عموم حدیث یعنی اذا جلس سے استدلال کیا ہے، آپ کے پاس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں، آپ کا خالی اجماع کا نام لینا دلیل نہیں کہلا سکتا بلکہ اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے، آپ نے اس حدیث کو علمائے عرب کی طرف لکھ کر بھیجنے اور ان کے فیصلہ پر اتفاق کرنے کا بھی ذکر کیا ہے، مہربان! اگر انکے فیصلہ پر آپ راضی ہیں تو وہاں کی مملکت کے مفتی اعظم شیخ محمد بن ابراہیم سے اصل مسئلہ کے متعلق فتویٰ منگوا کر تسلی کر لیں، نیز وہاں کے مانے ہوئے عالم شیخ عبدالعزیز ابن باز ہیں مزید تسلی کے لئے آپ ان سے استفتاء کر سکتے ہیں،

محترم حافظ صاحب نے تنبیہ ۵ کے عنوان کے تحت پھر قومہ کی بحث چھیڑی ہے حالانکہ ہمارا یہ کہنا ہے کہ حدیث کے الفاظ خواہ محدثین کے ابواب میں اسکو قومہ نہیں بلکہ قیام کہا گیا ہے اس کا نام اعتدال ہونا اسکے منافی نہیں کہ اس کا نام قیام بھی ہو، دونوں لفظ حدیث میں آئے ہیں، اس پر مسئلہ فاتحہ کو لانا بھی صحیح نہیں کیونکہ ہم نے صرف یہ لکھا تھا کہ فرض کی اصطلاح جدید نہیں اس کا وجود قرآن و حدیث میں پایا جاتا ہے لیکن قومہ کا اطلاق وہاں نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملتا، جلسۂ استراحت کو بھی آپ ہی ذکر کرتے ہیں ہم تو اسکو جلسہ بعد السجدتین کہتے ہیں، تراویح کی اصطلاح اگرچہ حدیثوں میں صریح نہیں لیکن اصطلاح محدثین میں اس کا ثبوت ملتا ہے، صحیح بخاری وغیرہ میں کتاب صلوٰۃ التراویح موجود ہے اسی طرح اہلحدیث کی اصطلاح بھی سلف میں پائی جاتی ہے تذکرۃ الحفاظ صہ ۸۳ ج الطبع ۳ میں شعبی سے مروی ہے کہ "لو استقبلت من امری ما استدبرت ما حدثت الا بما اجمع علیہ اهل الحدیث" اھ

ثانیاً اگر تسلیم کیا جائے کہ قومہ کی اصطلاح الفاظ شرع میں موجود ہے تو بھی اصل مسئلہ میں مخل نہیں کیونکہ حدیث میں یہ لفظ ہیں اذا کان قائما، اوا قائم، پس کھڑا ہونا قیام میں ہو یا قومہ میں زیادہ دیر ہو یا تھوڑی دیر،

بعد ازیں حافظ صاحب نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ

"خود اس کا یہ معنی کیا ہے کہ سینے پر ہتھیلیاں رکھیں"

معاذاللہ ہم نے یہ ترجمہ نہیں کیا اور نہ لکھا ہے ہمارے رسائل موجود ہیں گم نہیں ہوئے، ان کو دیکھ کر تسلی کی جا سکتی ہے، اس طرح کی بہتان طرازی اچھا کام نہیں، ہم نے تو اس روایت سے صرف وضع ثابت کیا ہے، باقی علی الصدر تو دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے جس طرح کہ قبل الرکوع وضع علی الصدر ثابت کیا جاتا ہے، آپ نے ہی تو حدیث کے ترجمہ میں لفظ "زیر ناف" بڑھا دیا ہے، یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم،

نمبر ۱۰ میں سدل والی روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جب یہ تیسرا معنی محدثین سے ثابت نہیں تو پھر یہ تیسرا معنی کرنا اجماع کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے"

اولاً - ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آپ عالم الغیب نہیں ہیں لہذا صرف دو قول تک حصر کا دعویٰ نہ کریں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً۔ حافظ عراقی سے پہلے کسی محدث نے اس حدیث میں سدل الشعر کو داخل کیا ہے؟ اگر نہیں تو اس نے اس قول کا احداث کس بنا پر کیا ہے؟ کیا اس کو بھی جدت پسند اور غیر سلفی کہینگے؟ پہلے یہ فیصلہ کریں کہ آپ کی لغتِ حدیث کہاں سے شروع ہوتی ہے حافظ عراقی سے قبل یا البعد؟

ثالثاً۔ حافظ عراقی نے سدل الشعر کو اس میں اس بنا پر داخل کیا ہے کہ لفظ سدل ان معنوں میں مشترک ہے اس بنا پر ہاتھوں کا سدل بھی اس میں داخل ہے،

رابعاً۔ بلکہ یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ کسی محدث نے یہ معنی نہیں کئے، حالانکہ محدث مناوی نے اسی حدیث میں ہاتھوں کے سدل کو بھی داخل کیا ہے اسکی عبارت الدلیل التام ص۲۳ پر مذکور ہے، اور مزید سنیئے، علامہ عزیزی السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ص۳۸۵ ج۳ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "قال فی النہایۃ ھو ان یلتحف بثوبہ و یدخل یدیہ من داخل فیرکع و یسجد و ھو کذالک"

اور لنگوٹے کا ذکر یہاں بے محل ہے کیونکہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا حدیثوں میں مذکور ہے، نیز بخاری شریف "باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقباء" کا مطالعہ کریں اور جس طرح بوجہ دلیل کے سدل الثوب سے سدل العمامہ اور سدل الشعر سے لحیہ خارج ہے اسی طرح یہ بھی سمجھیں،

ابن عربی اور مناوی نے جو سدل کا ذکر کیا ہے اس پر حافظ صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی معتبر کا قول ہو، حالانکہ ہمارا مقصد آپ کے دعویٰ کو غلط کرنا ہے کہ یہ اطلاق کسی محاورہ میں نہیں ہے، علاوہ ازیں لغت میں بھی ان کے خلاف نہیں ہے، پھر لکھتے ہیں کہ

"ابن العربی مطلق ارسال الیدین کے قائل ہیں"

اس سے ہمارا کیا مطلب، وہ خواہ کسی کے قائل ہوں لیکن اس کی عبارت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں سدل کا اطلاق ارسال الیدین، پر مذکور ہے،
فیض القدیر کی عبارت کے ٹکڑے کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ

"بلکہ یہ بتلایا ہے کہ ارسال الیدین کی خاص صورت منع ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت کپڑا اوڑھ کر ہاتھ اندر کر لئے جائیں اور لٹکتے چھوڑ دیئے جائیں اور اسی حالت میں (کپڑے میں بند) رکوع سجدہ کیا جائے جیسے یہود کی عبادت ہے"

اس عبارت سے چند امور ظاہر ہوئے اول، یہ کہ حافظ صاحب خود ارسال الیدین پر سدل کے اطلاق کے قائل ہیں دوم یہ کہ ارسال یہود کی علامت ہے، سوم اگر خاص سدل الثوب ہی مراد ہے تو بھی اسکی صورتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے یعنی جس میں ہاتھوں کا بھی ارسال ہوتا ہے. باقی کپڑے میں بند، سو یہ قید بے معنی ہے کیا حافظ صاحب اور ان کے معتقدین چادر اوڑھتے وقت بعد الرکوع ہاتھ باندھ لینگے؟

مناوی کی عبارت کے متعلق حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ

"والمراد" کی بجائے "والمراد" اور "او ان یلتحف" کی بجائے "وھو ان یلتحف" صحیح ہے

اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ لغت کی کسی کتاب میں سدل کے معنی صرف ارسال الیدین نہیں۔ تو کیا سدل الثوب یا سدل الشعر بھی ہے؟ جس کا معنی یہ ہوا کہ لفظ مشترک ہے لہذا سدل کے سب اقسام ممنوع ہونگے۔ الا کہ جو بوجہ کسی دلیل کے مستثنیٰ ہو، حافظ صاحب کی تقریر طویل ضرور ہے لیکن مدعیانِ تخصیص و استثناء کے لئے مفید نہیں، اور یہاں ارادہ کا لفظ نہ لکھنا قرینہ نہیں بن سکتا، کیونکہ او ان یلتحف کا عطف وھو ارسالھما پر بھی ہو سکتا ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ مطلق ارسال الیدین مراد ہے یا چادر کے اندر، واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد حافظ صاحب نے ایک اصول قائم کیا ہے کہ

"ایک لفظ جو بظاہر عام ہوتا ہے بوجہ بعض اسباب اس کا ایک حقیقی معنی بن جاتا ہے"

لیکن لفظ قیام کے حقیقی معنی صرف قیام قبل الرکوع کہنا صحیح نہیں کیونکہ احادیث میں بعد الرکوع کھڑے ہونے کو بھی قیام کہا گیا ہے، اسی طرح ابواب و تراجم محدثین میں بھی یہی اصطلاح ہے اس پر رسائل سابقہ گواہ ہیں، نیز سلف میں بھی اس کا نام قیام ہی متعارف تھا جیسا کہ الدلیل التام ص ۳۹ پر مذکور ہے اور اس کا نام اعتدال ہونا اس کو منافی نہیں، نیز اس قیام میں بھی لمبائی ہے اور حدیث میں دعا بھی لمبی آئی ہے، ایضاً بوجہ طول قیام کیا آپ وضع کی اجازت دینگے؟ اسی طرح قراءت بھی اس کا قرینہ نہیں بن سکتی کیونکہ قیام کا حقیقی معنی قیام قبل الرکوع ہے اس لئے کہ یہ اصول خود دلیل و قرینہ کا محتاج ہے: پس وہ کیسے دوسرے اصول کا قرینہ بن سکتا ہے؟

پھر حدیث "اذا کان قائما" کو حکایت فعل فرماتے ہیں، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس قسم کی اور کئی روایات ہیں مثلاً "اذا رکع رفع یدیہ" وغیرہ کیا آپ ان سب کے عموم کا انکار کرینگے؟

حافظ صاحب نے جن محاورات کو ذکر کیا ہے ان سے ہمارے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

اولاً۔ ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سلف میں بھی بعد الرکوع کھڑے ہونے کو قیام کہا جاتا تھا اور اس سے یہ نام کبھی نہیں ہٹا،

ثانیاً۔ حدیث میں اگر یہ الفاظ ہوتے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قیام میں ہاتھ باندھتے تھے تو بحث کی گنجائش رہتی تھی کہ یہ قیام حقیقی ہے یا مجازی واذ لیس ذالک فلیس کذالک بلکہ وہاں تو ہے کہ "اذا کان قائما" پھر آپ خواہ کچھ بھی اس کا نام رکھیں، اسی طرح لفظ سدل کا مشہور معنی صرف سدل الثوب کہنا لغت میں اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی، وہاں تو یہ ہے سدل ثوبہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وشعرہ ای ارخاہ وارسلہٗ کما فی اقرب الموارد والمنجد وتاج العروس وغایۃ اور سدل الاعضاء کا استعمال احادیث خواہ کتب علماء میں مسلّمہ ہے اور یہ معنی نہ لغت کے منافی ہے اور نہ سدل الثوب اور سدل الشعر کے معارض ہے ایسی صورت میں لفظ مشترک جمیع معانی پر محمول ہوگا اسکو پرویزی تاویل و جدت کہنا حافظ صاحب کا حسنِ اخلاق ہے جس کا اصل سبب آپ کا دعویٰ تفسیر و حدیث دانی ہے، ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ (۱) حدیث میں سدل منع ہے (۲) اور سدل کا لفظ ارسال الیدین پر بھی بولا گیا ہے (۳) یہاں سدل کو اس کے تمام معانی پر محمول کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں، اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں،

حافظ صاحب بہت گھبرا گئے اور طویل عبارت لکھنے میں اپنی مثل آپ تھے مگر اس کا مصداق یہ شعر ہے ؎

اک خلا محسوس کرتا ہوں میں اپنے دل کے پاس۔ باوجود اتنی بلندی کے بھی رہتا ہوں اداس

گھوڑے پر سدل کا ذکر کر کے خود ہی اس اعتراض کو رد فرماتے ہیں، باوجود اسکے کہ حدیث میں سواری پر نماز کا ذکر آیا ہے پس یہ صورت مستثنیٰ ہوگی اسی طرح آپ کتنی ہی مثالیں ذکر کریں ہمارا صرف ایک سوال ہے کہ کیا ارسال الیدین فی الصلوٰۃ کو حدیث نہی عن السدل سے مستثنیٰ کرنے کی کوئی دلیل ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں ورنہ خواہ مخواہ طول لسانی اور نازیبا الفاظ مایوسی کی علامت ہیں ؎

ہو کے مایوس میرے عشق کو بدنام نہ کر۔ ایک مجبور کو یوں موردِ الزام نہ کر

عنوان حقیقت پسند اور سادہ لوحی کے تحت جو لکھتے ہیں اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر چہ خاندانِ نبوی میں شیعہ نہ تھے مگر جس طرح یہود کی مشابہت بری ہے اسی طرح شیعہ کی بھی اچھی نہیں، اور ارسال اشتراکی بھی نہیں کیونکہ آپ خود مانتے ہیں کہ اس پر اجماع نہیں ہے اور صرف اکثریت کا تعامل دلیل شرعی نہیں ہے، نیز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیام محرم کے مسئلہ پر قیاس درست نہیں کیونکہ قیام وغیرہ سب الگ الگ ارکان ہیں، ہر ایک میں ان سے مخالفت ضروری ہے۔ باقی بار بار لفاظی کرنا کہ علم نہیں وغیرہ وغیرہ یہ خود دلیل ہے کہ فریق ثانی کے ہاتھ دلیل سے خالی ہیں اب بموجب "ملاں آن باشد کہ چپ نباشد" بولتے ہی رہنا ان کا شیوہ ہے۔

عنوانِ تعارض کے تحت جو کچھ لکھا ہے علماء کی شان سے کوسوں دور ہے۔ اولاً ہم نے نہ کبھی یہ فتویٰ دیا ہے اور نہ ہمارا یہ مسلک ہے کہ ارسال کرنے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ ہم تو خود بعد الرکوع ارسال کرنے والے کے پیچھے پڑھ لیتے ہیں بشرطیکہ مسلکاً اھلحدیث ہو۔ یہ بھی ہم پر جھوٹ اور افترا ہے کہ ہم حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نہ معلوم بلا تحقیق حافظ صاحب نے کس طرح ایسا لکھ دیا۔ حالانکہ ہم نے تو حافظ صاحب کے پیچھے ملتان اور دوسری کئی جگہوں میں نماز پڑھی ہے۔ اور محض اس لئے کہ آپ کا ہمارے ساتھ اس مسئلہ اور دوسرے مسائل میں جو اختلاف ہے وہ تحقیقاً ہے نہ تقلیداً۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

ثانیاً۔ سنۃ المصلی سے ہماری مراد مسنون طریق ہے یعنی جو کچھ حدیث نبوی سے ثابت ہو، سو ہماری قطعی تحقیق ہے کہ نماز میں بحالتِ قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدوں ہاتھ باندھنے کے اور کچھ ثابت نہیں، اور حافظ صاحب اپنی تحقیق کے مطابق بعد الرکوع وضع کے قائل نہیں اور ہر ایک اپنی تحقیق پر عمل کرنے کا مکلف ہے اور یہ اختلاف تحقیق ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہرگز مانع نہیں ہے۔ بلا تحقیق ایک غلط الزام ہمارے ذمہ لگا کر پھر تعارض نکالنا نہ قواعد مناظرہ میں ہے اور نہ آداب سوال وجواب میں

فجر کی سنت کے بعد لیٹنے کے مسئلہ میں بھی عجیب جرأت دکھاتے ہیں۔ جب ثابت ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل و عمل ہے تو پھر اس کے سنت ہونے میں کیا شبہ رہا۔ اور مغنی کی اصل عبارت جس کی طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الدلیل التام صـ پر ہم نے اشارہ کیا ہے وہ ذکر کر دیتے ہیں۔

ویستحب ان یضطجع بعد رکعتی الفجر علی جنبہ الایمن وکان ابوموسیٰ ورافع بن خدیج وانس بن مالک یفعلون، وانکرہ ابن مسعود وکان القاسم وسالم ونافع لا یفعلونہ، واختلف فیہ عن ابن عمر وروی عن احمد انہ لیس بسنۃ لان ابن مسعود انکرہ، ولنا ماروی ابو ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم رکعتی الفجر فلیضطجع قال الترمذی ھذا حدیث، ورواہ البزار فی مسندہ وقال علی شقہ الایمن، وعن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقہ الایمن متفق علیہ وھذا روایۃ البخاری، واتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ وفعلہ اولیٰ من اتباع من خالفہ کائنا من کان احمد (المغنی لابن قدامہ ج ۱ صـ ۷۶۷ - ۷۶۸)

اب ناظرین انصاف کریں کہ یہاں صاحب المغنی امام احمدؒ کے قول کو حدیث کے خلاف شمار نہیں کرتا ہے؟ بلکہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ ما افعلہ انا (طرح التثریب شرح التقریب للعراقی ج ۳ صـ ۵۳)

مسئلہ رفع الیدین عند الرکوع (السجود) کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ حدیث صحیح میں انکار ہے اسی لئے امام موصوف قائل نہیں ہوئے۔ لیکن اس سے آپ کا کلیتہ نہیں رہا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ ایک حدیث سے ایک مسئلہ نکالا ہو اور بعد میں آنے والوں نے اسی سے دوسرے مسائل نکالے ہوں تو کسی ایک کیلئے اسکو مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔

پھر وہی مضمون مکرر آیا ہے اخیر میں فرماتے ہیں کہ

"کہ حدیث رب حامل فقہ کا یہ محل نہیں ہے"

کیا صحابہ جو سب سے زیادہ فقیہ ہیں وہ اس حدیث میں داخل نہیں۔ ہم نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کب کہا ہے کہ ہم معاذاللہ امام احمدؒ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ امام نے جو ایک مسئلہ کسی حدیث سے لیا ہے وہ حدیث صرف اس تک محدود نہیں ہے کم ترک الاول للآخر بعد میں آنے والے کو اگر کوئی مسئلہ معلوم ہوا تو اس میں سلف کی توہین ہرگز نہیں

اس کے بعد سلسلہ وار جواب دینا شروع کیا ہے۔ ہم بھی اسی طرح سلسلہ وار جواب الجواب لکھتے ہیں۔

قولہ۔ تقریری حدیث اور اصول الاحادیث یفسر بعضہ بعضاً سے ہم نے ارسال ثابت کر دیا ہے۔

اقول۔ اس پر مفصل کلام گزر چکی ہے۔ کہ نہ یہ تقریری ہے اور نہ یہ اصل یہاں چل سکتا ہے۔ یہ اصل وہاں ضروری ہے جہاں روایت میں کوئی ابہام ہو لا کما نحن فیہ۔ کیونکہ یہاں تو صاف ہے کہ اذا کان قائماً۔ یعنی جب کھڑا ہو۔

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ یہ شعر بے موقع ہے الخ

اقول۔ کئی ایسے بھی ہیں جو ارسال کے قائل نہیں ہیں

قولہ۔ آپکو کیا فائدہ کہ وہ ارسال کے قائل ہیں؟

اقول۔ آپ کا دعویٰ ختم ہوا کہ وضع کا کوئی قائل نہیں۔ ایضاً آپ کو اس کے ارسال کے قائل ہونے سے کیا فائدہ؟ وہ تو وضع کا بھی قائل ہے۔

قولہ۔ دہلی سے ہزارہ تک میدان خالی نظر آیا۔

اقول۔ یہ اسی سے ملاقات کی بنا پر ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اور کوئی قائل نہیں تھا۔

قولہ۔ اور وہ بھی شاگرد پر جو پہلے ہی استاد سے متاثر ہے۔

اقول۔ کیا استاد سے شاگرد اختلاف نہیں رکھتے ہیں؟ نیز علامہ موصوف نے تو بوقت گفتگو دلائل پیش کئے تھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ پھر وہ عالم نہیں ہے

اقول۔ یہ بھی عجیب ہے اب تک وہ بقید حیات ہیں معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ آیا عالم ہیں یا نہیں؟

قولہ۔ کیونکہ ارسال کو ناجائز نہیں سمجھتے؟

اقول۔ جواز و عدم جواز کا مسئلہ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ احادیث نبویہ سے وضع ثابت ہے یا ارسال۔ سو علامہ موصوف نے گفتگو کرتے وقت اپنی تحقیق بتائی کہ ارسال احادیث سے ثابت نہیں۔ فنعم الوفاق۔

قولہ۔ ایسا قلیل فرق کالعدم ہے۔

اقول۔ جب ہم کہتے ہیں کہ کئی باتوں میں فرق ہے تو وہ قلیل کیسے ہوا۔ ایضاً آپ کا دعویٰ تو من وعن موافقت کا تھا اب یہ قلیل فرق (بقول شما) اس کے منافی نہیں؟ سچ ہے کہ ؎

ولے تاویل شان در حیرت انداخت   خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

قولہ۔ سب لوگوں کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔

اقول۔ جواب الجواب بھی گزر چکا ہے۔

قولہ۔ شذوذ کمزوری مسئلہ کی دلیل ہے

اقول۔ ہماری دلیل حدیث ہے خواہ اس پر عامل اکثر ہوں یا اقل۔ ایضاً طلاق ثلاثہ کے متعلق جو اہلحدیث کا مشہور مذہب ہے اس میں آپ پر شذوذ کا فتویٰ نہیں لگا ہوا ہے؟ کیا اس سے یہ مسئلہ کمزور ہو جاتا ہے؟ حاشا وکلا آپ کمزور جب کہیں کہ عام کو خاص کر سکیں لیکن اتنی طویل تقریر کے بعد بھی یہی نظر آیا کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

قولہ۔ صرف قیام نہیں بلکہ احادیث میں اعتدال بھی آیا ہے

اقول۔ خواہ دوسرا نام بھی آیا ہے لیکن یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ حدیث میں قیام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا لفظ آیا ہے قومہ کا نہیں۔

قولہ۔ اور قومہ اور اعتدال کا ایک ہی مطلب ہے۔

اقول۔ اس سے ہمارا کوئی مطلب نہیں ہے بات دراصل یہ ہے کہ یہ اصطلاح احادیث میں نہیں ہے جس کے ثابت کرنے سے آپ قاصر ہیں

قولہ۔ رسالہ ارسال الیدین کے ص۳۳ سے ص۴۵ تک میں کافی تفصیل ہو چکی ہے۔

اقول۔ اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک ہی حدیث دکھا دیں جس میں قومہ کا نام ہو ان صفحات کا عدد سن کر لوگ مرعوب تو ہو سکتے ہیں لیکن وہ دیکھنے کے بعد یہی کہیں گے کہ ؎

ہم کو شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی ۔ جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا کچھ

قولہ۔ رہا جدید کہنا الخ

اقول۔ جدت سے آپکی مراد کیا ہے۔ اگر یہ ہے کہ جو چیز حدیث سے ثابت نہ ہو تو ہم پر یہ الزام صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ مسئلہ ہم حدیث سے لیتے ہیں۔ اگر آپ کی جدت امام احمد رح کے بعد شروع ہوتی ہے تو پھر آپ کے بعد کئی علمائے قرآن و احادیث سے نئے مسائل استنباط کئے ہیں مثلاً بیہقی، ابن حزم وغیرہما کیا آپ ان سب کو جدت پسند کہینگے؟ حاشا وکلا

قولہ۔ اب انعام کا انتظار ہے۔

اقول۔ حافظ صاحب سے ارسال کا ثبوت تو نہ ہو سکا اخیر عمر تک انعام ہی کے انتظار میں رہے ؎

پوچھا اگر وہ قاصد اکہ دیجیو یہ صاف ۔ سینے میں دم ہے اور آنکھ ہے در پر لگی ہوئی

جناب من! اگر ارسال کا ثبوت ہے تو پیش کریں، ورنہ طول طویل تقریر سے کیا فائدہ؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ اس کے جواب کے لئے غلطی ع۱۰ ملاحظہ ہو پھر اسی صفحہ پر طبعی امر کے عبادت ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ طبعی امر کا عبادت ہونا احادیث سے ثابت کیا ہے

اقول۔ اس کے جوابات گزر چکے ہیں۔ فارجع البصر ھل تری من فطور

قولہ۔ کہاں خطبہ یا وعظ الخ

اقول۔ ہم نے صرف ایک مثال دی تھی۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ بحالت قیام اگر ارسال کیا جائے تو ہاتھوں میں صرف سکون نہیں بلکہ کبھی کبھی حرکت بھی ہوتی ہے اسی لئے وضع سے ہر عبث فعل کا اندیشہ نہیں رہ سکتا۔ امام نووی نے جو علت بیان کی تھی وہ دونوں قیاموں کے وضع کو متقضی ہے۔

قولہ۔ جب انسان قیام لمبا کرتا ہے تو اس میں ہاتھوں کی حرکت کا خطرہ رہتا ہے

اقول۔ یہی ہمارا کہنا ہے کیونکہ قیام بعد الرکوع میں بھی طول ہے کما معنی نیز دیکھو الدلیل التام ص۲۹ منہ پس وہاں بھی یہی خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے شریعت نے عبث سے بچنے کے لئے ہاتھ باندھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

قولہ۔ تفصیل کے لئے غلطی ع۱۱ ملاحظہ ہو

اقول۔ وہاں جواب بھی موجود ہے

قولہ۔ کیونکہ یہ حکایت فعل ہے۔

اقول۔ اس پر بحث گزر چکی ہے

قولہ۔ واو ترتیب کی بحث ہے

قول۔ اور جواب بھی دیا جا چکا ہے

قولہ۔ کم فہمی سے ان پر مخالفت کا الزام لگا رہے ہیں

اقول۔ معاذاللہ ہمارا یہ کہنا ہرگز نہیں ہے کہ امام موصوف عمداً حدیث کا خلاف کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے تو یہ ثابت کر دیا ہے کہ جتنی حدیثیں مسند میں مروی ہیں ان سب کے موافق امام صاحب کا مذہب نہیں ہے اس کی اور مثال سنیئے مسند ص۲۶ ج۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ہلب طائی کی حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق صریح موجود ہے حالانکہ امام ابوداؤد مسائل ص۳۱ پر صاف لکھتے ہیں کہ امام موصوف وضع الیدین علی الصدر کو مکروہ کہتے تھے کیا اب آپ امام ابوداؤد پر بھی یہی فتویٰ لگائیں گے کہ وہ امام احمدؒ پر پر حدیث کی مخالفت کا الزام دیتا ہے؟

قولہ۔ اس قاعدہ کی حقیقت اور تفصیل شروع میں گذر چکی ہے

اقول۔ اور وہیں اس پر بحث بھی گذر چکی ہے

قولہ۔ ہڈیوں یا مہروں کو عضو کہا جائے یا نہ کہا جائے بحث اس میں نہیں الخ

اقول۔ کیوں نہیں آپ کے استدلال کی بنا اس پر ہے جب یہ نہیں، تو وہ بھی نہیں۔

قولہ۔ ہم طبعی بیان کر چکے ہیں۔

اقول۔ ہم بھی اس کی خبر گیری کر چکے ہیں۔

قولہ۔ عبدالرحمٰن بن ابزی رضؓ کی ایک حدیث میں الخ

اقول۔ اس میں تو یہ لفظ ہیں کہ ثم رفع حتی اخذ کل عضو ماخذہ ثم سجد (الفتح الربانی ص۷ ج۳ مسند احمد ص۴۰۷ ج۳) یہ صریح ہے کہ وضع ہو۔

قولہ۔ اس کی شرح میں شارح لکھتے ہیں الخ

اقول۔ شارح صاحب الفتح الربانی کی عبارت آپ کو مفید نہیں کیونکہ وہاں عضو کو عظم کہا گیا ہے نہ کہ بالعکس یعنی عظم کو عضو کہا ہو مدعا کہ

قولہ۔ اور گرانا اسی لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ روک بھی سکتا ہے اسی بنا پر ارادہ کو دخل ہے

اقول۔ ارادہ گرنے اور گرانے دونوں میں ہوتا ہے اور حدیث میں گرنا ہے گرانا نہیں ہے۔

قولہ۔ حافظ ابن حجر الخ

اقول۔ رجوع الاعضا گرانے کو نہیں باندھنے کو چاہتا ہے۔ کیونکہ رجوع وہیں ہوگا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاں سے ذھاب ہوا ہو۔

قولہ۔ یہ غلط ہے چنانچہ زیر عنوان شبہ اس کی تفصیل ہو چکی ہے۔

اقول۔ اس پر تنقید بھی ہو چکی ہے۔

قولہ۔ انصباب لازم ہے اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے۔

اقول۔ اعضاء کا رجوع جب ہو کہ اس حالت پر لوٹ آئیں جس پر قبل الرکوع تھے اور بوجہ رکوع وہاں سے ہٹے تھے۔

قولہ۔ اذا کان قائما میں عموم نہیں الخ

اقول۔ ان سب باتوں کا جواب گزر چکا ہے

قولہ۔ صحابی نے خواہ ایک دفعہ دیکھا یا زیادہ مرتبہ وہ اپنے شاگرد کو نماز کا طریقہ بتلا رہا ہے

اقول۔ لیکن کس طرح؟ وہ یوں کہہ رہا ہے کہ "اذا کان قائما فی الصلوۃ" یعنی جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے۔ اب شاگرد کو خواہ شرع معلوم ہو یا نہ لیکن یہ سنتے ہی وہ یہی سمجھیگا کہ نماز کے اندر کھڑے ہونے کی حالت میں مسنون وضع ہے اور بس۔ اب آپ اس کو حقیقت کہیں یا مجاز۔ اول قیام ہے اور دوم نہیں۔ یہ آپ کی حاشیہ آرائی ہے۔

قولہ۔ بلکہ نکتہ شناس ما ہیں

اقول۔ جبھی تو آپ ہمارے سوال کا کوئی مبرہن یا مدلل جواب نہیں دے سکتے

قولہ۔ سخن شناس کی جگہ نقطہ شناس لکھ دیا۔

اقول۔ پورے سخن میں یہی نقطہ ہے جس سے آپ گریز کر رہے ہیں۔ باقی جو آپ نے رسم الخط کے باب میں لکھا ہے یہ کوئی غلطی نہیں۔ طباعت وکتابت کی غلطیاں سب کتابوں میں ملتی ہیں۔

قولہ۔ یہ بھی خیال نہیں کیا کہ دلبر کس کو لکھ رہا ہوں۔

اقول۔ جس طرح شعر تھا ہم نے لکھ دیا۔ لیکن یہی لفظ تھا جو آپ کی نظر میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نکتہ دکھائی دیا۔ جب ہی تو فرمایا کہ ہم نکتہ شناس ہیں۔ دراصل بار بار بدگوئی کرنا اور جواب سے عاجز ہو گئے تو بے علمی کا فتویٰ دینا یہ دلبروں ہی کا کام ہے نہ کسی اور کار جناب من! یہ ہے وہ نقطہ جس کو آپ نکتہ سمجھ رہے ہیں۔

قولہ۔ اس بنا پر رکوع کے بعد کے قیام میں بھی ہاتھوں کا اٹھانا داخل نہیں ہوگا

اقول۔ اگر ہاتھ نہیں اٹھائے تو بھی قیام ہی ہوگا جس میں ہاتھوں کی ہیئت واضح ہے۔ مزید تفصیل الدلیل التام ص۱۹ میں دیکھیں۔

قولہ۔ اس کی کیفیت پر اجماع ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے الخ

اقول۔ اس کا جواب گزر چکا ہے کہ اجماع کا دعویٰ باطل ہے یہ مبنی بر دعویٰ علم غیب ہے

قولہ۔ حکایتِ فعل ہے الخ

اقول۔ آپ ہر جگہ اذا کو عموم کے لئے مانتے ہیں نہ جانے دو جگہ پر یعنی اذا قام اذا جلس سے کیا چڑ ہے۔

قولہ۔ عموم کی حقیقت تو واضح ہو چکی۔

اقول۔ بلکہ اس پر جو پردہ ڈالا جا رہا تھا اسے اٹھا دیا گیا۔

قولہ۔ اور تعامل سے مراد اجماع ہے۔

اقول۔ یہی جناب کا ورد رہ گیا ہے۔ امام ابن حزم رح کی کتاب "الاحکام" کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو پتہ لگے کہ بار بار اجماع کا نام لینا کتنی بڑی بات ہے

قولہ۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

اقول۔ کیا آپ کو علم غیب ہے؟ امام احمد رح کا قول یاد کریں۔

قولہ۔ اجماع خود حجت ہے

اقول۔ لیکن وہ نہیں جس کو آپ بار بار اجماع کا نام دے رہے ہیں۔

قولہ۔ اور اجماع کی سند قیاس بھی ہو سکتا ہے

اقول بتائیں تو سہی کہ کونسا مقیس اور کونسا مقیس علیہ ہے؟ اور جو کچھ پہلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فرمایا ہے اس پر کلام ہو چکا ہے۔

قولہ۔ اگر کئی لوگوں سے ہاتھ باندھنے ثابت ہو جائیں تو ہمارا کلام کس طرح غلط ہوا۔

اقول۔ اس طرح کہ علی تقدیر التسلیم جمہور ہوا نہ کہ اجماع۔ اور جمہور حجت نہیں۔

قولہ۔ ہاں موقوف ہے کیونکہ تعامل سے مراد اجماع ہے اور قیاس کمزور ہے اجماع سے اس کی تقویت ہو گی۔

اقول۔ اجماع تو قطعاً ثابت نہیں ثانیاً یہ بھی عجیب تعارض ہے کہ حافظ صاحب ابھی لکھ چکے ہیں کہ "اجماع کی سند قیاس بھی ہو سکتا ہے" اور اب کہتے ہیں کہ "قیاس کمزور ہے اجماع سے اس کی تقویت ہو گی" جو چیز خود کمزور ہے وہ اور کسی چیز کی کیسے سند بن سکتی ہے؟

قولہ۔ ان کی تفصیل غلطی ۷ میں ملاحظہ ہو۔

اقول۔ جواب بھی گزر چکا ہے

قولہ۔ آپکو اتنا پتہ نہیں کہ بریکٹ کیوں ہے۔

اقول۔ حدیث میں ساقطاً کا لفظ ہے یعنی گرنے کا ذکر ہے پڑنے کا نہیں اسی پر اعتراض ہے

قولہ۔ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ جب ہم نے الزامی کہہ دیا تو "پھر کیسے ہوا" کا کیا مطلب الخ

اقول۔ آپ نے پوری بات ذکر نہیں کی ورنہ ہم نے لکھا تھا کہ جب آپ کی یہ تحقیق نہیں تو پھر یہ جواب کیسے ہوا۔ اور مسئلہ کا کیا ثبوت ہو گا؟ (الدلیل الصلیٰ صـ۱۸)

اب ہمارا مطلب ظاہر ہے کہ جب یہ آپ کی تحقیق نہیں تو پھر مسئلہ تاہنوز تشنہ رہا مگر جب ہماری گرفت پر سمجھ گئے آخر نکتہ شناس ہیں تو فوراً چونکے اور آخری جملہ کو حذف کر دیا جو اصل مطالبہ تھا اور پھر تحقیقی جواب کا حوالہ دیا کہ "تفصیل غلطی ۸ میں پڑھیئے" لیکن ان باتوں کی حقیقت بھی کھول دی گئی۔ والحمد للہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ عبارت کو صحیح بنانے کے لئے اس میں ایک لفظ (ثم جلس) محذوف ماننا پڑیگا۔

اقول۔ بلا حذف جب الگ الگ ہرایک حدیث پر عمل ممکن ہو تو ایسے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟

قولہ۔ پس ابن قیمؒ کا اس کو جلسہ بین السجدتین میں داخل کرنا تسلّی بخش نہیں

اقول۔ جب الفاظِ حدیث جو کہ اپنے مطلب میں بالکل صاف ونص ہیں کہ اذا کان قائما۔ اور واذا جلس جس کی تخصیص بھی نہیں ایسے الفاظ بھی آپ کے لئے تسلی بخش نہ ہوئے تو بے چارہ ابن قیم کیا چیز ہیں، ہم نے ان کی عبارت صرف اس لئے لکھی تھی کیونکہ ہم پر الزام تھا کہ یہ مسئلہ ہم نے نکالا ہے اور صرف ہم نے ہی حدیث کے یہ معنی کئے ہیں اور ہم سے پہلے کسی نے یہ معنی نہیں کئے ہیں اس لئے ثابت کر دیا کہ امام ابن قیمؒ جس کی تحقیق علمائے اہلحدیث اکثر مسائل میں معتبر مانتے ہیں وہ بھی اسی کے قائل ہیں اور انکا استدلال بھی اس مسئلہ میں اسی حدیث سے ہے والحمد للّٰہ۔

قولہ۔ لیکن حدیث مذکور میں کچھ ضعف ہے الخ

اقول۔ پھر اس روایت پر بنا نہ رکھیں بلکہ صحیح روایت کو مانیں جو کہ اپنے مطلب میں صاف ہے۔

قولہ۔ چنانچہ بیہقی کے حوالہ سے غلطی ۶ کے تحت گزر چکا ہے الخ

اقول۔ ہم وہاں بیان کر چکے ہیں کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بیہقی میں نظر نہیں آتی۔

قولہ۔ اب مسئلہ بین بین رہا الخ

اقول۔ تعامل امت خود ثبوت کا محتاج ہے اور حدیث سے مسئلہ ثابت ہے۔ اب ماننے سے کیا انکار ہے۔

قولہ۔ یہی تقدیر اسی میں جاری کر دیں اور آئندہ اجماع کا جھگڑا ختم کر دیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقول۔ قیام بعد الرکوع کو قومہ کہنا فقہاء کی کتابوں میں ملتا ہے ۔ نہ محدثین کے ابواب میں نہ صحابی و تابعی کے کسی اثر میں ۔ یہ ہمارا کہنا تھا، اور آپ کا کہنا تھا کہ محدثین سے کسی نے بھی آج تک حدیث سدل کے یہ معنی نہیں کئے جو عضو کو بھی شامل ہو (ارسال الیدین صـ۲) ہم نے بعض محدثین سے اس کا ثبوت دے دیا لیکن آپ نے کسی صحابی یا تابعی یا محدث سے ثبوت نہیں دیا کہ وہ قیام بعد الرکوع کو قومہ کہتا ہو۔ پس دونوں میں ایک تقدیر کیسے جاری ہوگی؟

قولہ۔ میری کتاب متعریف اہل السنۃ کا مطالعہ کریں۔

اقول۔ ہم اس سے قبل کی لکھی متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں جن سے یہ بھی ایک ماخوذ ہے پس اس طفیلی کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ ۔

قولہ ۔ وہ تنک سدل کی بحث لکھی ہے اور ہم نے بھی اس کا پورا تعاقب کیا ہے۔

اقول ۔ وہ تعاقب جواب الجواب سے ھباءً منثورا بھی ہو چکا ہے ۔

قولہ۔ بعض ہوں یا کل ہوں ۔ افترا ، ہر صورت میں افترا ، ہے ۔

اقول۔ افترا ، جب ہو کہ یہ کسی سے ثابت نہ ہو حالانکہ ہم نے خود عرب میں بعض حنابلہ کو دیکھا تھا ۔ " واللہ علی مانقول وکیل "

قولہ۔ حالانکہ یہ شافعیہ کی مشہور کتاب نہیں ۔

اقول۔ اس لئے کہ آپ نے یہ کتاب نہیں دیکھی ۔ بحمداللہ یہ کتاب ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے ۔ آپ کا کوئی آدمی بھی دیکھ سکتا ہے ۔

قولہ ۔ حالانکہ ہاتھ باندھنا یا ہاتھ چھوڑنا بالاتفاق رکن نہیں ۔

اقول۔ اس عبارت سے موضع استدلال لفظ رکن نہیں بلکہ جو رکن کی تعریف کی گئی ہے ۔ یعنی " وھو ان یعود الی الحالۃ التی کان علیھا " ، آپ نے موضع استدلال سے ہٹ کر دوسری چیز کو پیش کیا ہے اور عوام کو دھوکے میں رکھا ہے بموجب مثال آپ کے بھوکے کو روٹی کی تلاش رہتی ہے ۔ جب ہی تو رکن الاعتدال کا لفظ دیکھ کر طبعی حالت یاد آگئی کیونکہ وہی آپ کا اصلی حربہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ حنفی مذہب کی بھی غلط ترجمانی کی ہے الخ

اقول۔ حنفی مذہب کا مایۂ ناز اور فخرِ متاخرین جو آپ اور ہم سے بدرجہا اپنے مذہب سے زیادہ واقف ہے اسی نے یہی لکھا ہے جس سے ہم نے اخذ کیا ہے یعنی "سعایہ" مصنفہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی۔

قولہ۔ پہلے تو کہتے ہیں جب قیام میں ذکرِ مسنون ہو الخ

اقول۔ اس اختلاف سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ مختلف فیہ مسئلہ میں فقہاء کے ہاں ایک مفتی بہ قول ہوتا ہے۔ اور فیما نحن فیہ میں حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ یہی قول ہے کہ "کل قیام فیہ ذکر مسنون ففیہ الوضع وکل قیام لیس فیہ کذا ففیہ الارسال" ہمارے رسائل زیادۃ الخشوع اور الدلیل التام بھی اٹھا کر دیکھیں۔

قولہ۔ ذکرِ مسنون ان کے نزدیک صرف "ربنا لک الحمد" ہے

اقول۔ پھر بھی ذکرِ مسنون تو ہے ثانیاً خود ابن عابدینؒ نے "رد المختار" میں طویل دعا (ملأ السموات والارض) کو بھی ذکرِ مسنون مانا ہے۔

قولہ۔ جنہوں نے غور و فکر سے کام لیا انہوں نے کہا کہ نہیں بن سکتا۔

اقول۔ آپ کے اس فیصلے پر حنفیہ راضی ہوں گے۔ اپنے گھر کو چھوڑ کر دوسرے کے گھر نہ گھسیں۔ ایضاً جنہوں نے کہا ہے کہ یہ وجہ باندھنے کی بن سکتی ہے کیا وہ صاحبِ غور و فکر نہیں۔ کہیں حنفی یہ سن کر خفا نہ ہوں۔ آپ صرف اپنوں پر طبع آزمائی کو کافی سمجھیں۔ دراصل یہ اصول تو ان کے ہاں مفتی بہ ہے۔ رہا ذکرِ مسنون کا ثبوت تو جنکو ملا ہے وہ قائل ہو گئے اور جن کو نہیں ملا وہ قائل نہیں ہوئے۔ ہمیں اس سے صرف دو فائدے حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ ہم ان کے اصول اور دعا کو جو حدیث میں وارد ہے ان کے سامنے پیش کر کے ان کو الزام دے سکتے ہیں کہ تمہارا مذہب بھی وضع کو مقتضی ہے دوم اسی اصول اور جو لوگ اس بناء پر وضع کے قائل ہوئے ان سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذہب حنفیہ کے اندر بھی وضع کا ثبوت ہے۔ چنانچہ لکھنوی صاحب نے بھی اسی اصول اور ثبوت ذکرِ مسنون کی بنا پر وضع بعد الرکوع تو تسلیم کیا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن نہ جانے آپ کو حنفیہ کی ترجمانی سے کیا فائدہ ملا۔

قولہ۔ اور جب قیام خالی رہا الخ

اقول۔ اس پر سب متفق ہیں۔ پھر ان کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

قولہ۔ اسلئے امام کا "ربنا لک الحمد" بھی سمع اللہ لمن حمدہ کے حکم میں ہوگا

اقول۔ یہ نص حدیث کے خلاف ہے کیونکہ بخاری ج۱ ص۱۰۹ پر ہے "باب التکبیر اذا قام من السجود" میں ہے کہ "ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ ثم یقول وھو قائم ربنا لک الحمد" الحدیث۔

قولہ۔ صاحب ہدایہ اور ابن الھمام وغیرہ کی تحقیق تو یہ ہے الخ

اقول۔ لکھنوی صاحب نے سب کے اقوال اور ان کی تحقیق نقل کر کے فیصلہ اس کے خلاف دیا ہے۔ ایضاً ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ ان کے مبلغ علم کی بنا پر ہے جنہوں نے ذکر مسنون از روئے دلائل پایا۔ وہ تو وضع کے قائل ہو گئے اور دوسرے بوجہ اپنے اصول کے معذور ہو گئے۔

قولہ۔ یہ ذکر ایسا نہیں کہ باندھ کر پڑھ سکے۔

اقول۔ جب بحالت قیام ہے تو وضع کا موجب ہوا۔ اور بخاری کی حدیث جو ابھی گذری ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ دعا بحالتِ قیام ہو۔

قولہ۔ ہاں جنہوں نے حدیث کو دیکھا ہے کہ صرف "ربنا لک الحمد" نہیں بلکہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ بھی ہے انہوں نے اس کو ذکر قیام سمجھ کر ہاتھ باندھنے کو اختیار کیا ہے۔

اقول۔ یہی ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان کا قائل ہونا یا نہ ہونا ذکرِ مسنون کے ثبوت وعدمِ ثبوت پر مبنی ہے۔ جس پر آپ طویل چکر کاٹنے کے بعد بھی لوٹ کر آگئے۔ حافظ صاحب کی عبارت سے چند امور معلوم ہوئے۔

(الف)۔ خود بعض حنفیہ کے نزدیک قیام دوم میں ذکرِ مسنون ثابت ہے اور ثبوت بھی ایسا جس کے آپ بھی قائل ہیں۔ بخدا کہیے کہ یہ الفاظ اس قیام کے لئے حدیث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں مروی نہیں؟

(ب) ۔ اور اسی بنا پر کئی حنفیہ وضع کے قائل بھی ہو گئے ۔

(ج) ۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ اصول ان کے ہاں مسلّم ہے ۔

قولہ ۔ مگر یہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والی مثال ہے ۔

اقول ۔ یہ وہ جانے اور ان کی بات، ہمارا صرف یہ کہنا تھا کہ کئی حنفیہ وضع کے قائل ہیں اور ان کا قائل ہونا ان کے اصول ہی پر ہے جس کو آپ رد کرنے کی بجائے الحمدللہ بڑی صراحت سے تسلیم بلکہ ثابت کر گئے ۔

قولہ ۔ اصول تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا لیا اور ذکر حدیث سے لیا الخ

اقول ۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے اصول میں صرف ذکر نہیں کہا بلکہ ذکرِ مسنون کہا ہے اور ذکرِ مسنون وہی ہے جو حدیث سے لیا جائے ۔

قولہ ۔ مگر در حقیقت یہ حنفی مذہب نہیں الخ

اقول ۔ ہو یا نہ ہو، یہ آپ جانیں یا وہ، ہمارے لئے تو ان کے کئی علماء کا قائل ہونا اور اپنے اس مسلک کو اپنے ہی اماموں کے اصول کو مستند بنانا کافی ہے

قولہ ۔ اور وہ تینوں اماموں کا متفقہ مسئلہ ارسال ہے ۔

اقول ۔ جیسے ان سے یہ روایت وارد ہے ایسے ہی ان سے وضع کی روایت بھی ہے جیسا کہ ہم اپنے رسائل میں ذکر کر چکے ہیں ۔

قولہ ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ حنفیہ سے ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت نہیں، نہ صحیح نہ ضعیف ۔

اقول ۔ خود علمائے حنفیہ نے ان سے وضع کی روایت کی ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے اور آپ نے بھی ارسال الیدین ص ۳۳ الحاشیہ میں امام ابو یوسف رح اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت کا ذکر کیا ہے ۔ رہا یہ کہ یہ روایت غیر ظاہر ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ خود لکھنوی صاحبؒ سعایہ میں جواب دے چکے ہیں، اس کی مثال ہم نے قراءت خلف الامام کے متعلق بھی ذکر کی ہے ۔ اس پر جو حافظ صاحب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے کلام کیا ہے اس کی تردید آنے والی ہے انشاء اللہ۔

قولہ۔ بلکہ ان کے اصول ذکر مسنون کے ساتھ حدیث کو ملا کر روایت بنا لیا گیا ہے۔

اقول۔ یہ سینہ زوری ہے، علمائے حنفیہ اس کو روایت کہتے ہیں اور لکھنوی صاحب بھی اسے روایت کہتے ہیں۔ وعلی التقدیر یہ ایک تخریج ہوگی جو کہ فقہاء اپنے ائمہ کے اصول کے موافق کئی مسائل کی بابت کیا کرتے ہیں، جس کو قولہ فی المذھب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔

قولہ۔ حالانکہ روایت اس وقت ہوتی جب کہ وہ قیام بعد الرکوع میں ذکر مسنون کے قائل ہوتے۔

اقول۔ لیکن ان سے روایت کا پایا جانا بتا رہا ہے کہ وہ حدیث ملنے کے بعد قائل ہو گئے۔

قولہ۔ ہاں اس کو ان کے اصول کا نتیجہ یا ان کا مذہب کہہ سکتے ہیں۔

اقول۔ بس اتنا ہی کافی ہے اور سونے پر سہاگہ یہ کہ کئی فقہاء قائل و عامل ہوئے۔

قولہ۔ روایت نقل کو کہتے ہیں الخ

اقول۔ ناقلین نے تو صراحۃً نقل کیا ہے کما مر۔ آپ کے انکار سے تو وہ مسخ نہیں ہو سکتا۔

قولہ۔ ہماری طرف غلط نسبت الخ

اقول۔ اس عنوان کے تحت حافظ صاحب ہم پر بہت برسے ہیں، اصل ہماری عبارت اس طرح ہے کہ مدکئی لوگوں سے ثابت ہے۔ ائمہ ثلاثہ، ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ سے ایک روایت میں ثابت ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی ص ۳۲ حاشیہ میں کبیری سے ذکر کیا ہے اسی طرح سعایہ شرح شرح وقایہ ص ۱۵۹ ج ۲ میں علامہ لکھنوی نے بھی ذکر کیا ہے اور علامہ موصوف نے اس روایت کو اصولِ حنفیہ کے موافق قرار دیکر اس کے اختیار کی اجازت دی ہے" (الدلیل التام ص ۲۰) عبارت سے ظاہر ہے کہ ہم نے اجمالی طور پر دو کتابوں سعایہ اور آپ کے رسالہ کا حوالہ دیا ہے نہ یہ کہ ایک ہی کتاب میں سب کا ذکر ہے، اب اس کو غلط نسبت کہنا اتہام نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

توکید ہے؟ ہم نے یہ کب صراحت کی تھی کہ آپ کی کتاب میں امام محمدؒ کی بھی روایت ہے اس طرح کے نتیجہ اخذ کرنے کو جدت فی الاجتہاد نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

قولہ۔ اصلی حقیقت یہ ہے کہ ان کے موافق کوئی مذہب ہی ہے الخ

اقول۔ حالانکہ خود فرما چکے ہیں کہ "اس کو ان کے اصول کا نتیجہ یا ان کا مذہب کہہ سکتے ہیں" جیسے ابھی عبارت گذری۔ اور دوسری عبارت بھی حافظ صاحب کی گذری، کہ "جنہوں نے حدیث کو دیکھا کہ حدیث میں صرف "ربنا لک الحمد" نہیں بلکہ "حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ" بھی ہے انہوں نے اسکو ذکرِ قیام سمجھ کر ہاتھ باندھنے کو اختیار کیا ہے"۔ اور رسالہ ارسال الیدین ص۱۲ میں لکھتے ہیں کہ "امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے دونوں طرح جائز ہے"۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ حافظ صاحبؒ کی کون سی بات سچی ہے اور ان کی کس نقل پر اعتماد کریں؟

ناظرین! ہم نے اپنے رسائل میں امام ابن حزم سے بھی یہی مسلک نقل کیا ہے اس کے علاوہ فقہ حنفی اور حنبلی سے بھی صراحۃً ثبوت دیا ہے۔ خود حافظ صاحب نے ارسال الیدین میں ص۱۲ پر فقہ حنبلی کے تین کتابوں "شرح الزاد المستقنع" "کشاف القناع" "شرح منتہی الارادات" سے ثبوت نقل کر چکے ہیں اس کے باوجود یہ کہنا کہ "ان کے موافق کوئی مذہب نہیں" اس سے زیادہ مذاہب کے نقل میں کیا بے احتیاطی ہو سکتی ہے۔

قولہ۔ کیونکہ اول تو روایت ہی صحیح نہیں الخ

اقول۔ مذہب حنفیہ کے جو اصل رکنِ رکین ہیں وہ تو روایت مانتے ہیں جیسے عینیؒ بنایہ میں اور لکھنوی سعایہ میں وغیرھما۔ ثانیاً ان کا مذہب تو آپ بھی مان چکے ہیں کما تقدم۔

قولہ۔ اور اصول بھی متفق نہیں الخ

اقول۔ امام محمد سے روایت کا پایا جانا جیسا کہ ہم نے "زیادۃ الخشوع" میں لکھا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی امر کا محتمل ہے کہ اس نے اسی اصول کو تسلیم کیا ہے ثانیاً اگرچہ وہ قائل نہ ہو لیکن حنفیہ کے ہاں یہی مفتٰی بہ قول ہے۔

قولہ۔ اور جن حنفیہ کا آپنے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہاتھ باندھنا بتایا ہے ان کو اس ذکرِ مسنون سے دھوکہ لگا ہے۔

اقول۔ بحمداللہ اتنا تو تسلیم کر گئے کہ خود علمائے حنفیہ اپنے ائمہ کا یہ مذہب بتاتے ہیں پھر ہم پر بے احتیاطی کا الزام کیونکر صحیح ہے۔ رہا یہ کہ انکو دھوکہ لگا ہے۔ یہ آپ کا الزام کوئی سمجھدار قبول نہیں کریگا۔ کیونکہ ان ائمہ کے مذہب سے وہ لوگ بنسبت آپ کی زیادہ واقف ہیں "صاحب البیت ادری بما فیہ"

قولہ۔ درحقیقت یہ ذکرِ انتقال ہے الخ

اقول۔ اس کی حقیقت ظاہر کر دی گئی۔

قولہ۔ اس کے بعد ص۳۱ تک عموم اور مطلق کی بحث کی ہے جس کی بحث زیر عنوان جواب اعتراض اول گذر چکی ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

اقول۔ ہمیں بھی لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جواب ہو چکا ہے۔

قولہ۔ کیونکہ سجدے دونوں حقیقی معنی میں سجدے ہیں بخلاف قیام بعد الرکوع کے الخ

اقول۔ حقیقت اور مجاز کی بحث گذر چکی ہے۔ نیز علی التقدیر حقیقی و مجازی دونوں قیام "اذا کان قائما" میں داخل ہیں کما مر۔ ایضاً سجدہ کی آیت کے وقت جو سجدہ کیا جاتا ہے اس کو سجدۂ تلاوت کہا گیا ہے جیسا کہ قیام بعد الرکوع کو قیامِ اعتدال کہتے ہو۔ ثانیاً آپ کے ہاں سجدۂ تلاوت نماز نہیں جیسا کہ اخیر قسط ۔۔ میں مذکور ہے۔ ثالثاً جس طرح ابن عباس وغیرہ کی آپ نے مثال دیکر فرمایا کہ بس قیام کا استعمال جب قیام قبل الرکوع میں زیادہ ہوا تو قاعدہ مذکور کی بنا پر یہ حقیقت ہو گیا اور بعد از رکوع مجاز ہو گیا (ارسال الیدین ص۳۱) اسی طرح بلا قید لفظِ سجدہ کا عام استعمال ان ہی سجدوں میں ہوتا ہے جو کہ دو بارہ نماز کی ہر ایک رکعت میں ادا کیا جاتا ہے اور اگر تلاوت کا سجدہ مراد ہوتا ہے تو مع قید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوتا ہے۔ اب آپ کے اصول کے مطابق یہ مجازی ہوا۔ اب بتائیں کہ جب حدیثوں میں سجدہ کرنے کیفیت مذکور ہے۔ ان میں سجدۂ تلاوت کو بھی داخل کرینگے یا نہیں؟ علی الاول حقیقی سمجھ کر یا مجازی؟ اگر حقیقی کہیں گے تو آپ کے قاعدہ کے خلاف ہوگا اور اگر مجازی کہیں گے تو پھر قیام بعد الرکوع کو "اذا کان قائما" میں داخل کرنے سے کیا مانع ہے۔ وعلی الثانی پھر اس سجدہ کی کیا کیفیت و ہیئت ہوگی۔ اسی طرح سجدۃ الشکر سمجھیں۔

قولہ۔ ص۳ سطر ۸۔ ۹ میں سوال کرتے ہیں "دوسری رکعت میں ارسال کی کیا دلیل ہے" اس کا جواب زیر عنوان جواب اعتراض ثانی ملاحظہ ہو۔

اقول۔ ہم نے ارسال کی بابت نہیں بلکہ وضع کی بابت سوال کیا ہے ہمیں یقین ہے کہ حافظ صاحب یہاں لفظ ارسال کی جگہ لفظ وضع لکھنا چاہتے تھے مگر غلطی سے ایسا لکھ گئے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب نے صحیح لکھا ہو لیکن کاتب نے غلطی کی ہو۔ مگر جب حافظ صاحب کسی دوسرے کو ایسے لفظی تسامح میں معاف نہیں کرتے تو خود کیونکر معاف کئے جا سکتے ہیں۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حافظ صاحب نے ہماری طرف غلط نسبت کی ہے یا ہماری عبارت کی تحریف کی ہے یا عبارات کے نقل میں بے احتیاط ہیں؟ نہیں۔ ہرگز نہیں یہ مواخذہ حقانیت و دیانت پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ "الانسان مرکب من الخطأ والنسیان" ہے۔ بلکہ مواخذہ طریقۂ استدلال پر ہونا چاہیئے۔ باقی حافظ صاحب نے جو جواب دیا ہے اس کا جواب ہم دے چکے ہیں

قولہ۔ اس کو یہاں ص۳ پر پھر دہرایا ہے اس کے جواب کے لئے غلطی۔ ۹ ملاحظہ ہو۔

اقول۔ ہمارے اس جواب میں اس کی تردید بھی ملاحظہ ہو۔

قولہ۔ ایک نئی اصطلاح الخ۔

اقول۔ اس عنوان کے تحت حافظ صاحب نے ہمارے دو لفظوں پر اعتراض کیا ہے۔ اولے۔ تفسیر، یہ خود آپ کی عبارت میں ہے چنانچہ بار بار "اذا کان قائما" کو مبہم اور دوسری حدیث کو اس کا بیان بتاتے ہیں۔ اور ارسالے الیدین ص۱۸ پر لکھتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ محدثین کا اصول ہے کہ الاحادیث یفسر بعضہا بعضاً یعنی حدیثیں آپس میں ایک دوسری کی تفسیر ہوتی ہیں۔ جب دوسری روایتوں میں موقعہ محل تحت یا اوپر وہ رکوع سے پہلے ہے الخ اور دوسرا۔ تفتیش۔ اس کے متعلق ہماری عبارت اس طرح ہے کہ نسائی کی کسی روایت میں ایک مقام کا ذکر ہے کسی میں دوسرے کا۔ کسی میں دونوں کا اشارہ اور کسی میں علی العموم۔ یہ تفسیر نہیں تفتیش ہے۔ یہ عبارت الدلیل التام صنہ پر ملاحظہ ہو۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ ہم نے کونسی نئی اصطلاح وضع کی ہے بلکہ ہم نے تو اسی کو تفتیش کہا ہے کہ جب تمام مطلوبہ مسائل ایک روایت میں نہیں ملتے تو دوسری روایات میں ان کو تلاش کیا جائے،

قولہ۔ خدا جانے فقہاء کی اصطلاح قومہ پہ کیوں ناراض ہیں؟

اقول۔ اصطلاح پر نہیں بلکہ اس کو خواہ مخواہ ایک حکم شرعی میں تبدیلی پیدا کرنے کیلئے آلہ کار بنانے پر۔

قولہ۔ اس حدیث کو ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے،

اقول۔ اس پر جرح ہو چکی ہے۔

قولہ۔ کیونکہ آیت وضو میں قیام کے بعد وضو کا ذکر ہے اور وضو نماز سے باہر ہے

اقول۔ لیکن یہ کہاں ہے کہ ہاتھ باندھنا وضو سے بھی پہلے ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے وضو کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے نماز کے لئے اٹھتے ہی ہو۔ پس اعتراض اسی طرح باقی ہے

قولہ۔ اس روایت میں فی الصلوۃ کی صراحت بھی ہے الخ

اقول۔ آپ فی بمعنی الی کریں گے یا الی بمعنی فی۔ علی الاول وہی اعتراض رہیگا۔ وعلی الثانی۔ وضع ثابت ہوا۔ کیونکہ الفاظ یہ ہیں اذا قام فی الصلوۃ قال ھکذا۔ الحدیث۔ یعنی جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تھے یعنی ہاتھ باندھ کر۔

قولہ۔ اس کی دو حیثیتیں ہیں تکبیر سے پہلا حصہ نماز سے خارج ہے۔ اس حیثیت سے راوی کا الی الصلوۃ کہنا ٹھیک ہے اور تکبیر کہنے سے یہ قیام بن گیا۔ اس لحاظ سے راوی کا فی الصلوۃ کہنا ٹھیک ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقول۔ یہ دونوں بیک وقت کیسے صحیح ہونگے۔ پہلی صورت میں نماز میں داخل ہونے سے پہلے ہی وضع لازم آتا ہے اور دوسری صورت میں وضع بحالت قیام ہے۔ جب بھی قیام ہو۔

[illegible]

قولہ۔ تکبیر کہنے سے جو قیام بنتا ہے وہ قبل الرکوع ہے نہ بعد الرکوع۔

اقول۔ تکبیر کا حدیث میں ذکر نہیں۔ ہاں اگر فی کو بمعنی الیٰ کر دیں۔ لیکن پھر وہی فساد لازم آئیگا۔ ثانیاً صلوۃ الکسوف میں پہلے رکوع سے سر اٹھانے کے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہا جاتا ہے اب اس قیام کو قیام قبل الرکوع کہینگے یا بعد الرکوع، علی اللہ آپ کا یہ کہنا غلط ہوا کہ "تکبیر کہنے سے جو قیام بنتا ہے وہ قبل الرکوع ہی ہے نہ بعد الرکوع" وعلی الثانی قیام بعد الرکوع میں وضع ثابت ہوا اور آپ کا کالعدم والا سوال، بھی ختم ہوگیا۔ قولہ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں حدیثوں میں ہاتھ باندھنے کے متعلق "فی الصلوۃ"

[illegible]

قولہ۔ اگر اس میں کچھ ضعف ہو تو تائید کو کوئی نقصان نہیں الخ"

اقول۔ تائید جب ہو کہ اولاً ارسال کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو۔ واذلیس فلیس۔ اور پھر (حاشیہ میں) یہ عندیہ بھی غلط ہے کہ "شاید ابن عبد البر کی اسناد المطالب العالیہ والی نہ ہو" کیونکہ جب سند مجروح ہے تو دوسرے واسطہ سے سند کا ثبوت دینا آپ کے ذمہ ہے۔ صرف شاید سے ضعف منجبر نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں ہم یقین سے کہتے ہیں کہ سند وہی ہے کیونکہ ابن القیم نے یہ روایت بحوالہ ابن ابی شیبہ نقل کی ہے اور پھر کہتے ہیں ذکر ہذہ الآثار ابو عمر باسانیدہ "ھا" (اعلام الموقعین ص ۶ ج ۲ طبع ہند) اور ابن ابی شیبہ کی سند اسی راوی ابی زیاد مولیٰ آل دراج کے واسطہ سے ہے اور جب ابو عمر بن عبد البر کی سند ابن ابی شیبہ کے طریق سے ہوئی تو پھر وہی مجروح راوی سند کا مدار رہا۔ فافہم۔

اور علی رضی اللہ عنہ کی جس روایت کو شاہد بنایا ہے اس پر کلام ہو چکا ہے مزید بحث ابھی آئیگی۔ انشاء اللہ۔

قولہ۔ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے جریر ضبی کو مقبول لکھا ہے الخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقول۔ تقریب کے مقدمہ میں "مقبول" کی تعریف میں پڑھیئے "وعدوالیہ الاشارۃ بلفظ مقبول حیث یتابع والا فلین الحدیث"۔ (تقریب ص۳ طبع نول کشور) اب اہلاً جریر کی متابعت ثابت کریں۔ والا فلا۔

قولہ۔ اذا کان قائما جب عام ہی نہیں ہے جیسے شروع میں گذر چکا الخ

اقول۔ اس کا جواب بھی گذر چکا ہے خود حافظ صاحب نے اپنے بعض رسائل میں اذا سے عموم پر استدلال کیا ہے۔ فارجع البصر ھل ترٰی من فطور

قولہ۔ لیکن یہ امام شوکانی کے خیال کے موافق ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے الخ

اقول۔ امام شوکانی حق بات اسی کو بتاتے ہیں جس کا ذکر کیا ہے اور یہی مسلک اہلحدیث کا ہے۔ جیسے کہ ہم نے رسالہ میں مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ الدلیل التام ص۳۲۔ جن دو مثالوں کو ہم نے ذکر کیا ہے ۱۔ جابر کا قول "الا وراء الامام" ۲۔ علی کا قول "لاتشریق ولاجمعۃ الافی مصر جامع" کیا ان میں کوئی حکمت نہیں ہے؟ ثانیاً علی رض کی حدیث میں بھی تخصیص نہیں کیونکہ اس میں بعد الرکوع کی دوسری حالت مذکور نہیں ہے۔ آپ نے داڑھی کی مثال بھی دی ہے مگر معلوم کہ علمائے اہلحدیث آپ کے اس فرمان سے راضی بھی ہونگے یا نہیں؟ ایضاً علی التقدیر خود ابن عمر رض بھی خود اس حدیث کے راوی ہیں جس کے الفاظ ہیں "خالفوا المشرکین احفوا لشوارب واوفوا اللحی (الجامع الصغیر ص۲ ج۲ بحوالہ صحیحین) پھر اس کا فعل سامنے رکھکر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ "الراوی ادری بمرویہ" لیکن فیما نحن فیہ ایسا نہیں ہے کیونکہ حدیث "اذا کان قائما" کا علی رضی اللہ راوی نہیں ہے۔

قولہ۔ جب حتی غائت کے لئے ہے الخ

اقول۔ جنابِ من! اس کے جواب میں ہم نے امام راغب سے مثال نقل کر دی تھی پھر الدلیل التام کا مطالعہ کریں، اور رجب ثابت ہوا "اذا کان قائماً" کو خاص کرنا آپ کے بس سے باہر ہے تو یہ خود قرینہ ہے کہ مابعد کا حکم بند نہیں ہے فتدبر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ (حاشیہ میں) حتی عدمِ قبولیت کی غایت نہیں بلکہ صلوٰۃ من احدث کی غایت ہے۔

اقول۔ ہماری عبارت یہ ہے کہ "اب یہاں حتّٰی کے ماقبل کا حکم عدمِ قبولیتِ نماز ہے جو کہ حدیث کی وجہ سے ہے" (الدلیل التام) یہی آپ کی عبارت "صلوٰۃ من احدث" کا مطلب ہے۔ آپ نے کونسی غلطی نکالی ہے؟ اس کو کہتے ہیں "مان نہ مان، میں تیرا مہمان" لیکن جو ہمارا اعتراض تھا۔ یا جس کے لئے ہم نے یہ بات لکھی تھی اس کو ہضم کر گئے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جہاں حتّٰی کا ماقبل کسی وجہ سے ہے جیسا کہ وضع قیام کی وجہ سے ہے۔ اب آپ اگر کہینگے کہ حدث کے لوٹ آنے سے وہی حکم لوٹے گا تو قیام کے لوٹ آنے سے وضع کا حکم بھی لوٹ آئیگا آپ ہمیں خواہ کتنا ہی بے علم کہیں مگر ایسی واضح بات کو دبایا نہیں جا سکتا۔ ؎

ناصحا! اتنا تو دل میں سمجھ لیتے کہ ہم   لاکھ ناداں ہیں کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

بقول آپ کے (حاشیہ میں) اگر صلوٰۃ من احدث کا حتّٰی غایت ہے تو اس پر وہی اعتراض باقی رہتا ہے کیونکہ معنی وہی ہے۔ جو آپ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب سمجھ لیں۔

قولہ۔ بلکہ حکم کفار سے قتال ہے اور کفار یہی اہل کتاب الخ

اقول۔ لیکن اگر وہ اسلام لے آئیں تو حکم ختم نہیں ہو جائیگا؟

قولہ۔ جواب اس کا یہ ہے کہ قیام علت ہونے کی دلیل "اذا کان قائماً" وغیرہ تھا سو اس کا بیان ہو چکا اور کئی دفعہ ہو چکا ہے الخ

اقول۔ اور ہر دفعہ اس کا کافی وشافی جواب دیا جا چکا ہے۔ لھٰذا اعتراض اب بھی قائم ہے۔

قولہ۔ وہاں جائینگے جہاں انکی پیدائشی حالت ہے الخ

اقول۔ اس پر بحث گذر چکی ہے۔ نیز عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گذری ہے کہ "ثم رفع حتی اخذ کل عضو مأخذہ" بس یہی جگہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ - جو ہم نے حتّٰی کے متعلق بحوالہ مغنی اللبیب لکھا تھا کہ جب مضارع پر حتّٰی داخل ہوتا ہے تو تین معانی میں سے ایک کے لئے آتا ہے۔ دیکھو الدلیل التام ص۳۔ اس پر حافظ صاحب نے کوئی کلام نہیں کیا۔ شاید یہ بات پسند آگئی ہوگی۔

قولہ - (زیر عنوان تنبیہ) یعنی دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے متعلق ہاس کا جواب ہماری طرف سے زیر عنوان جواب اعتراض ثانی گذر چکا ہے۔

اقول - جواب الجواب بھی ہم دے چکے ہیں، کوئی نئی بات ارشاد فرمائیں؟

قولہ - اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل اجماع ہے کہ یہ قیام کی حالت سے خاص نہیں

اقول - بار بار اجماع کا دعویٰ تو کیا جارہا ہے مگر کسی کا نام نہیں لیا جاتا۔ اجماع کے لئے تو ثبوت درکار ہے۔ اس طرح آپ اعتراض سے نہیں بچ سکتے، بلکہ تخصیص کی دلیل کا نہ ہونا خود ہمارے اعتراض کو مضبوط کر رہا ہے۔

قولہ - اور "کان اذا جلس" میں داخل کرتے ہیں الیٰ قولہ "اذا کان قائما" اور کان اذا جلس" کے متعلق بحث گذر چکی ہے۔

اقول - بار بار یہ تسبیح نہ پڑھیں۔ جواب ہم بھی دے چکے ہیں اگر کوئی نئی چیز ہے تو سامنے لائیں۔ ایضاً ایمان سے بتائیں کہ یہ جلسۂ استراحت اذا جلس میں داخل نہیں؟ اس کی تخصیص یا استثناء کی کیا دلیل ہے؟

قولہ - حضرت علیؓ کی روایت میں حتّٰی غائیت کے لئے ہے الخ

اقول - غائیت پر کلام ہو چکی ہے یہ دلیل آپ کی ناتمام ہے اور اذا کان قائما میں کوئی ابہام نہیں، جب بھی مصلی پر قائم کا اطلاق ہوگا تو اس کی سنت وضع الیمین علی الشمال ہوگی۔

قولہ - تقسیم کا نام ونشان نہیں بلکہ مبہم کا بیان ہے الخ

اقول - جب حالت کھڑے ہونے کی آئے گی تو وضع لازم آئیگی، اس کو ابہام کہنا صحیح نہیں۔ بلکہ اذا کان قائماً تعدد قیام کو مقتضی ہے اور ایک رکعت صلوٰۃ تامہ ہے جس میں دو قیام ہیں، پس ایک کو داخل کرنا اور دوسرے کو خارج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنا تقسیم نہیں تو اور کیا ہے -

قولہ - تو پھر مطلق سے وہی خاص مراد ہوتا ہے جیسے غلطی ۵ میں بحث ہو چکی الخ

اقول - اس کی تردید بھی ہو چکی ہے -

قولہ - کیونکہ قیام بعد الرکوع کے لئے لفظِ اعتدال بھی استعمال ہوتا ہے -

اقول - لیکن اس سے نام قیام نہیں اترا - جب تک اس پہ یہ نام باقی ہے اذا کان قائما میں داخل ہے -

قولہ - دوسرے قیام اول کی حقیقت لمبی ہے اور دوم کی حقیقت اعتدال ہے الخ

اقول - حدیث میں اذا کان قائما ہے بس، خواہ وہ اعتدال کے لئے کھڑا ہو یا کسی اور کے لئے - بہر حال کھڑا ہونا ہے تھوڑا ہو یا زیادہ - اس کی سنت وضع ہے لا غیرہ ولا مفر منہ -

قولہ - مانع یہ ہے کہ قیام اول معنی حقیقی ہے الخ

اقول - آپ کی یہ تقسیم حقیقی غیر حقیقی رد ہو چکی ہے - ثانیاً آپ نے خود اسی روایت کو اپنے اس دعویٰ کی دلیل قرار دیا ہے کہ جہاں مطلق قیام کا ذکر ہو وہاں قیام اول مراد ہوتا ہے دیکھئے "ارسال الیدین" ص۳۹ اور اب اسی روایت کو جب محتاجِ قرینہ پایا، تو اس دعویٰ کو اسی کا قرینہ بنا دیا - نہ معلوم لکھتے وقت کس خیال میں تھے -

قولہ - جب قیام اول حقیقی معنی ہوا الخ

اقول - اس پر کلام ہو چکی ہے -

قولہ - بلکہ قیام کے طول کا اندازہ بنایا ہے الخ

اقول - لیکن سورۂ سجدہ کا خیال کس طرح ہوا؟ صرف طول سے، یا اور احتمال بھی ہیں - سنیئے! اور احتمال بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ "ویسمعنا الآیۃ احیانا" (بخاری باب اذا سمع الامام الآیۃ کتاب الصلوٰۃ) اور تلخیص المستدرک ج ۱ ص۲۱۱ میں ہے "صلی الظہر فسجد فظننا انہ قرأ تنزیل السجدۃ" پس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت بلا قرینہ نہیں ہے

قولہ۔ قرآن کی مثال میں قانتین کا لفظ ہے اس کے معنی سکوت یا خشوع ہیں الخ

اقول۔ بالاصل اس میں قیام ہے، اور باقی ارکان بالتبع داخل کر سکتے ہیں۔ ایضاً بلاشک آپ بالطریق الاولیٰ اس میں دونوں قیام داخل کریں اور ساری نماز بھی اس میں داخل ہو، مگر یہ بتلائیے کہ اس میں کوئی ایسا قرینہ بھی ہے کہ ایک خاص قیام اول یا دوم مراد لیا جائے؟ اگر نہیں تو ہماری بات ثابت ہو گی۔

قولہ۔ احادیث سے پہلی مثال میں قیام، رکوع، سجود وغیرہ کے مقابلہ میں ہے یہ قرینہ ہے کہ قیام دونوں مراد ہیں۔

اقول۔ یہاں کونسا مقابلہ ہے؟ صرف یہ بتایا ہے کہ مجھ سے سبقت نہ کرو۔ لیکن آپ قیام دونوں کے لئے مراد لیتے ہیں۔

قولہ۔ دوسری مثال بھی جلوس کے بارہ میں ہے الخ

اقول۔ قیاماً کے حکم کو ساری نماز میں لگائینگے یا صرف حالتِ قیام پر؟ اول الذکر مراد نہیں ہو سکتا، کیونکہ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کیسے ممکن ہے؟ اور اگر ثانی الذکر مراد لینگے تو کونسا قیام مراد ہو گا؟ اس کے لئے کونسا قرینہ ہو گا۔ اگر عام مراد لینگے تو کیوں؟ اور جلوس کے بارہ میں آپ کا کہنا درست نہیں کیونکہ وہ اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا یہ حکم وجوبی نہیں رہا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی نماز اس پر شاہد ہے، پس اگر کوئی شخص امام جالس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے لیکن قیام قبل الرکوع میں تو بیٹھ جاتا ہے اور بعد الرکوع قیام ثانی میں کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا آپ اس کی نماز کو درست کہینگے؟ سوچ سمجھ کر حواریوں سے مشورہ کے بعد جواب دیجیئگا!

قولہ۔ تیسری مثال ایک واقعہ ہے جو مبہم ہے الخ

اقول۔ اس سے ہمارا مطلب نہیں۔ ہم تو پوچھتے ہیں کہ اس کا حکم دونوں قیاموں کے لئے عام سمجھیں گے یا کسی ایک کے لئے خاص کرینگے؟ باقی یہ دعویٰ کرنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ مسئلہ اجماعیہ ہے، حافظ صاحب کا یہ سب سے بڑا حربہ ہے، کہ جب کوئی دوسری دلیل نظر نہ آئی تو طحاوی کی طرح اس کو استعمال کر کے اپنے پیروکاروں کو دبا دیا لیکن بوقت مناظرہ یہ آلہ کام آنے والا نہیں۔ سنیئے: اجماع کا دعوی باطل ہے، ابراہیم نخعی سے اس کے خلاف مروی ہے دیکھئے فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۲ باب یقوم عن یمین الامام الخ طبع حلبی مصر بحوالہ سنن سعید بن منصور۔

قولہ۔ چوتھی مثال میں بھی قیام قعود (یعنی بیٹھنے) کے مقابلہ میں ہے الخ

اقول۔ تو کیا ہوا۔ جب بھی کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ جائے، مثلاً ایک آدمی قیام اول میں تو کھڑا رہا اور رکوع کے فوراً بعد اس کو ایسا چکر آیا کہ بیٹھ گیا، اور بیٹھنے کی حالت میں اعتدال کیا، پھر دوسری رکعت میں بھی بیٹھا رہا۔ اور رکوع میں اس کو کچھ تخفیف محسوس ہوئی۔ اور وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا، تو کیا نماز نہیں ہو گی؟ ایسی حالتیں ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں۔

قولہ۔ پانچویں مثال الخ

اقول۔ وہاں بھی یہی جواب ہو گا۔

قولہ۔ صرف اس لئے کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ حقیقتاً قیام نہیں الخ

اقول۔ یہ کس آیت یا حدیث میں مذکور ہے؟ مانا کہ یہ آپ کے اسرار مکنونہ میں سے ہے مگر اس پر احکام شرع متفرع نہیں کئے جا سکتے۔

قولہ۔ اور جہاں اس کو قیام کہا گیا ہے الخ

اقول۔ ہم اسی لغت کے ساتھ مخاطب ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں ہے "اذا کان قائما" ہے۔ پس قیام لغوی کہیں یا اصطلاحی جو چاہیں کہیں مگر اس کی سنت وضع ہی ہو گی۔ حافظ صاحب نے صلوۃ کی حقیقی اور لغوی کی مثالیں دی ہیں۔ حالانکہ دونوں میں فرق ہے۔ اور یہاں دونوں قیاموں کی ہیئت ایک ہے۔ یعنی صرف کھڑا ہونا۔ اور بعد الرکوع کھڑا ہونے کا نام لغۃً خواہ شرعاً قیام ہونا ثابت ہے۔ اگر اس کا دوسرا نام ثابت ہوا تو وہ کیسے مجازی ہو گیا؟ مثلاً آپ صلوۃ کے لغوی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معنی دعا مانتے ہیں اور اس کا دوسرا نام دعا بھی ہے تو کیا اب صلوٰۃ اس کا مجازی نام ہوگا؟ ایضاً بالفرض قیام سے حقیقی قیام اول مراد ہو اور قیامِ ثانی مجازاً۔ تو بھی "اذا کان قائماً" میں دونوں داخل ہونگے کیونکہ دونوں میں وضع سے کوئی تعارض لازم نہیں آتا ہے۔ امام راغب مقدمۃ التفسیر ملحق بمفردات صـ ۴۰۲ اصح المطابع میں فرماتے ہیں "العبارۃ الموضوعۃ لمعنیین علی الاشتراک حقیقۃ فیھما او مجازاً فی احدھما متی تنافی معناھما فی المراد لم یصح ان یرادا معا بعبارۃ واحدۃ نحو ان یقال صلوٰۃ واحدۃ علی سبیل الوجوب والندب، واذا لم تتنافیا صح ذلک نحو اللمس المراد بہ المسیس والمس والی ذالک ذھب الشافعی رحمہ اللہ وھو مقتضی کلام سیبویہ الخ" اب اگر بقول شما قیام کی حقیقی مراد قیام اول اور قیام ثانی مجازی ہے تو بھی حدیث "اذا کان قائماً" دونوں کو شامل ہوگی، کیونکہ یہاں تنافی نہیں۔

قولہ۔ تعارض سے بچنے کے لئے دو حدیثوں کو الگ کر دیا۔

اقول۔ ایسا ہی ہم نے کیا تھا پھر آپ کیوں خفا ہوئے تھے؟

قولہ۔ مطلق مقید پر حمل ہو سکتا ہے چنانچہ زیر عنوان جواب اعتراض اول تفصیل ہو چکی ہے۔

اقول۔ اس کی تردید بھی گذر چکی ہے۔ اور اگر حمل ہو سکتا ہے تو کیوں نہیں کیا آپ کو تو یہی طریقہ پسند ہے۔

قولہ۔ حقیقی معنی کے لئے قرینہ کی محتاجی نہیں الخ

اقول۔ اس کی حقیقت ظاہر کر دی گئی ہے، نیز اگر یہ بات ہے تو قیام کے لغوی معنی کھڑا ہونا ہے پس "اذا کان قائماً" میں بعد الرکوع کھڑا ہونا بھی داخل ہے اور اگر آپ کی اصطلاح سے مطلق و مجازی قیام ہے تو بھی حکم میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں۔ کما مر

قولہ۔ شہرت حقیقی معنی کا سبب ہے الخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقل۔ قیام ثانی کا نام بھی حدیث میں سلف اور محدثین کے ہاں قیام ہی مشہور تھا جیسا کہ سابقہ مضامین اس پر شاہد ہیں۔ پس اس کو کیوں الگ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ فقہاء کے نزدیک قیام ثانی کو قومہ کے نام سے زیادہ شہرت ہے لیکن محدثین کے ہاں ایسا نہیں۔

قولہ۔ جب قیام دوم اعتدال کے لفظ سے بھی ذکر ہوتا ہے الخ

اقول۔ اس کے ہم منکر نہیں لیکن اس بنا پر وہ قیام نہ رہا۔ یہ کہاں ہے؟ اور "اذا کان قائما" میں کیوں داخل نہیں۔ آپ کے خود ساختہ قانون کو رد کیا جا چکا ہے۔

قولہ۔ ابھی گذرا کہ جب قیام کا حقیقی معنی الخ

اقول۔ ان سب کا جواب گذر چکا ہے۔ نیز حدیث ابوسعید پر بھی کلام ہو چکی ہے۔

قولہ۔ بلکہ اعتدال کی حقیقت بتاتی ہے الخ

اقول۔ اس سے کیا فائدہ؟ جبکہ آپ اس سے نام قیام نہ اتار سکے، اور حدیث میں ہے کہ "جب کھڑا ہو" پھر خواہ قیام ہو یا بقول آپ اعتدال، قومہ یا اور کچھ ہو۔

قولہ۔ ایک باب کی مصدریں مختلف ہوتی ہیں الخ

اقول۔ لیکن یہاں کیا فرق ہے؟ باعتبار معنی کے دونوں میں کھڑا ہونا ہے۔ بقول آنجناب، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ اور دیگر قیام کو قومہ نہیں کہا جاتا تو اس میں بحث نہیں۔ آپ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ قومہ پر قیام کا اطلاق ملتا ہے پس "اذا کان قائما" میں داخل ہو گیا۔ حافظ صاحب نے پھر مشورہ دیا ہے کہ کتب جانب ادھر بھیج دو، مشورہ کا شکریہ! مگر کیا کریں کتب تعویذات جن سے آپ کا کام ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہیں۔

قولہ۔ لغۃً قیام کہا گیا ہے نہ کہ شرعاً الخ

اقولہ کیا الفاظ حدیث الفاظِ شرع نہیں؟ کیا ان میں اس کو قیام نہیں کہا گیا ہے؟

ع ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی۔

قولہ۔ ہم نے لغۃً بھی فرق بتا دیا ہے الخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقول۔ ان سب باتوں کا جواب آپ کو مل چکا ہے۔ آپ کتنا ہی فرق بتائیں لیکن نفس کھڑے ہونے میں دونوں متفق ہیں اور حدیث میں ہے "اذا کان قائماً"

قولہ۔ جیسے فاتحہ کو فرض نہیں کہا گیا الخ

اقول۔ ان سب باتوں پر بھی بحث ہو چکی ہے۔ ایضاً اگر فرض نہیں کہا گیا تو کم از کم یہ تو ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔ بس یہی ہم کہتے ہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔ آپ اس کا نام فرض رکھیں یا کچھ اور یہ آپ کی مرضی ہے اسی طرح حدیث میں ہے کہ "اذا کان قائماً" یعنی جب کھڑا ہو۔ چونکہ کھڑا ہونا قبل الرکوع یا بعد الرکوع دونوں وقت ہے سو اتنا آپ بھی مانیں کہ جب کھڑا ہو تو وضع کرے، پھر آپ جو چاہیں اس کو نام دیں۔ قومہ کہیں یا کچھ اور۔

قولہ۔ مجاز حقیقت کا فرع ہوتا ہے الخ

اقول۔ اولاً ہم نے حقیقت و مجاز پر بحث کر دی ہے۔ ثانیاً۔ ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ علی التقدیر یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ ثالثاً۔ بقول آنجناب جب یہ قیام قیام اصل کی فرع ہے تو اسکو حکم میں اصل پر کیوں نہیں متفرع کرتے؟

قولہ۔ ہمارا استدلال حدیث کے لفظ انصباب اور حافظ ابن حجرؒ کی تشریح سے ہے الخ

اقول۔ حافظ ابن حجر تو رجوع الاعضاء کے معنی کرتے ہیں جو خود وضع کو مقتضی ہے کما مضی

قولہ۔ من کل الوجوہ اعتدال نہیں الخ

اقول۔ ولو من وجہ واحد ہے پھر بھی قیام اعتدال تو ہے۔ پھر آپ اس کو مجازی یا فرع کہکر اس میں ارسال کیوں نہیں کرتے؟ اگرچہ اس میں قراءت ہے۔ مگر قراءت وضع کی علت نہیں۔ کیونکہ حدیث میں "اذا کان قارئاً" نہیں وہاں تو "اذا کان قائماً" ہے

قولہ۔ جو عدم و کالعدم میں فرق نہ کر سکے الخ

اقول۔ اگر آپ اس سے خفا ہیں تو ہم بھی کاف تشبیہ کے ساتھ تفریق کر دیتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ اس کو کالاعلم کہیں گے؟ اب تو راضی ہو گئے تلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قولہ۔ بلکہ جس قیام میں قراءت الخ

اقول۔ تو پھر الفاظِ حدیث یوں ہوتے "اذا کان قائما فی حالۃ القیام" یا "اذا کان قائما وھو یقرأ" لیکن صرف "اذا کان قائما" آپ کی اس تمنا کو للکارتا ہے کہ لیس بامانیکم۔

قولہ۔ ہمارے خیال میں اعتراض کسی پر نہ ہونا چاہیئے الخ

اقول۔ پہلا قیام کالعدم کیسے ہوا؟ اور حافظ صاحب نے پھر وہی اجماع کا گیت گایا ہے حالانکہ نفسِ وضع پر اجماع نہیں۔ جس کو آپ اجماع کا نام دیتے ہیں وہ اجماع شرعی نہیں اور نہ فقہاء ہی اس کو اجماع یا اصل ثالث قرار دیتے ہیں، یہ آپ کی نئی تعریف ہے۔

قولہ۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کے بعد ہاتھ باندھے جاتے ہیں الخ

اقول۔ میرے مہربان! اجماع کو اتنا بدنام نہ کریں۔ کسی ایک ہی مجتہد کا نام لیں، جس نے ایسی تصریح کی ہو۔

قولہ۔ کیونکہ سجدۂ تلاوت نماز نہیں الخ

اقول۔ جو فعل نماز نہیں وہ داخلِ نماز کیسے ہوا۔

قولہ۔ (فی الآخر) تنبیہ الخ

اقول۔ یہ سب باتیں پرانی ہو چکی ہیں ان کو دہراتے رہیئے بار بار جواب آتا رہیگا

ع

دم میں جب تک دم ہے دامانِ وفا چھوٹے نہیں
رشتۂ الفت جہاں تک ہو سکے ٹوٹے نہیں

ناظرین کرام!

یہ تھا حافظ صاحب کا مضمون جس کا نام رفع الابہام رکھا گیا تھا لیکن اپنے مسلک کو تاہنوز مبہم و تشنہ چھوڑ گئے، ہماری دلیل صاف ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"إذا كان قائماً في الصلوة قبض بيمينه على شماله" (نسائی) یعنی جب بھی نماز کے اندر کھڑا ہو، آپ اسے قیام کہیں یا قومہ، اعتدال کہیں یا کوئی اور نام رکھیں؟ پھر قیام حقیقی کہیں یا مجازی، اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وضع الیمین علی الشمال کیا جائے۔

ایسے صریح و منصوص عموم کو حافظ صاحب کی طویل اور طوفانی تقریر ذرہ کے برابر بھی نہ ہلا سکی،

ے

رستے پار اترنے کے ابھی بند نہیں ناخدا تو میری قسمت کا خداوند نہیں

والسلام

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۔۔جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر۔۔۔۔02797۔۔۔۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۱) زیادۃ الخشوع بوضع الیدین فی القیام بعد الرکوع

(۲) الدلیل التام علی ان سنۃ المصلی الوضع کلما قام

دونوں رسالے درج ذیل پتہ سے طلب کریں

السید ابو محمد بدیع الدین شاہ — نیو سعید آباد (سندھ)

Www.KitaboSunnat.com

کتبہ عبد العزیز لائلپوری